[illegible]

[illegible]

حقیقت کی سیر

یعنی منظوم ترجمہ مع رُباعیات

حضرت

سُلطان ابوسعید ابوالخیر

رحمۃ اللہ علیہ

از جناب

مولوی مقصود احمد صاحب مجددی رامپوری

منشی سیّد قربان علی بسمل ایڈیٹر اُردوے معلّے

نے اپنے

[illegible] پریس دہلی میں چھپوا کر شایع کیا

التماس طابع وناشر

سب سے پہلے مین نے حضرت سرمد شہید رح کی رباعیون کا منظ
شائع کیا جو بفضلہ تعالیٰ پبلک مین مقبول ہوا پھر سنہ ۱۹۲۴ء مین حضرت حکیم
نیشاپوری کی رباعیان معہ ترجمہ منظوم طبع کین اس کتاب کو بھی ملک نے بہید
آج حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کی رباعیون کا ترجمہ بھی نظم
شائع کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوالخیر کی رباعیون کا ترجمہ جناب مولوی مقبو
صاحب مجددی رامپوری نے کیا ہے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
علیہ کے خاندان سے منسلک ہین۔ مجھے اس ترجمہ کی تعریف و توصیف مین کچھ
کی ضرورت نہین ہے دیکھنے والے خود دیکھ لین گے۔

عاصی۔ قربان علی بسمل

ایڈیٹر اردوئے معلیٰ دہلی

۱۲۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۳ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز

آپ کا اسم شریف ابوسعید فضل اللہ بن ابوالخیر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت دشت خاوران کے قصبہ منہیہ میں ہوئی۔ شیخ تقریباً ۳۵۶ھ یا ۳۵۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ نے آنکھ کھولی تو جلیل القدر اولیاء اللہ کو دیکھا۔ پرورش پائی تو ذی مرتبت علماء و عرفاء کی گودوں میں۔ سچ ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ۔ حق تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو اپنے واسطے منتخب فرمالیتا ہے اور اپنا محبوب بنالیتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اُس کے واسطے سے بندگان خدا ہدایت پائیں اور رشد حاصل کریں تو ایسا شخص پیدائشی ہی ولی ہوا کرتا ہے اور حق تعالیٰ علم ظاہر و باطن۔ شریعت اور طریقت کے مخفی خزانے اُسکے سینے میں ودیعت فرمادیتا ہے۔ ایسا شخص اپنے ساتھ سب کچھ لئے ہوئے دنیا میں آتا ہے، مگر وہ خود نہیں جانتا کہ میرے پاس کیا ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ اس لئے اُن علوم و معرفت کے جاننے کے واسطے بظاہر تھوڑے سے سبب کی ضرورت ہوتی ہے۔ ادھر سبب کو اختیار کیا اور اُدھر خود بخود وہ جوہر کھلنے لگے جو اس چلتے پھرتے مٹی

کے پُتلے میں پوشیدہ رکھے گئے تھے۔ اللہ اللہ انسان کی ہستی بھی عجیب ہستی ہے
بے ہمہ اور باہمہ کا مصداق یہی ہے معقولی کہتے ہیں اجتماع ضدین محال ہے۔ مگر اس مٹی کی
مورت کا نظام ترکیب کیا باعتبار ظاہر اور کیا بلحاظ باطن نقیض در نقیض اور ضد و ضد ہے
آخر کیوں نہ ہو یہہ اشرف المخلوقات ہے۔ یہہ خلیفۃ اللہ ہے۔ پھر اس سے کون بازی
لے جا سکتا ہے۔ بہر حال آمدم بر سر مطلب۔ ان ہی انسانوں میں کے ایک انسان
حضرت ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ لباس تو خاکی تھا۔ مگر مرتبہ عرشی اور معارفِ
لاامکانی سے حق تعالیٰ نے سرفرازی بخشی تھی۔

ان کا زمانہ بھی وہ زمانہ تھا کہ حضرت جنیدؒ اور جناب شبلیؒ کی آنکھیں دیکھنے والے
موجود تھے۔ علاوہ برایں اُس وقت کوئی ملک اور شہر اسلامی ایسا نہ تھا جہاں علمار کی
مجلسیں علم ظاہری سے گرم اور صوفیوں کے صومعے علم باطن سے منوّر نہ ہوں۔ چنانچہ
جب حضرت پیدا ہوئے تو ہر طرف سے اولیاء اللہ نے اس مادر زاد ولی کی پیدایش
کی حضرت ابو الخیر رہ کو مبارکبادیں دیں اور بہت ہی خوشی کا اظہار کیا۔ غرض یہہ ہے
کہ حضرت ابو سعید رہ پرورش پاتے رہے اور تحصیل علم ظاہر و باطن کا سلسلہ دن
بدن بڑھتا رہا۔ سب سے پہلے آپ علمار غزنی کے درس میں شریک ہوئے اور رفتہ
رفتہ حدیث و فقہ میں بڑا مرتبہ و رسوخ حاصل کیا۔ چونکہ آپ کی خلقت و طینت میں
تصوّف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لئے خواہ مخواہ زیادہ شوق اسی کا تھا اور بیشتر
تصوّف ہی کی کتابیں دیکھتے رہتے تھے۔ جب اس فن میں زیادہ توغل ہوا تو دل نے کہا
اغیار سے کنارہ کرو اور گوشۂ تنہائی اختیار کرو اس لئے آپ باجازت اپنے والد ماجد
رحمۃ اللہ علیہ ایک علیحدہ مکان میں رہنے لگے اور مکان کو اقوال صوفیائے کرام اور

قرآن مجید کی آیات کے کتبوں سے جا بجا خوب سجایا۔ایک روز آپ کے والد ماجدؒ اس مکان میں آپ کے پاس تشریف لائے۔مکان کی سجاوٹ دیکھ کر فرمانے لگے کہ تم نے تصوف کے کتبوں سے مکان آراستہ کیا ہے۔حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ نے جواب دیا کہ بابا جان آپ کا مکان تصویروں سے آراستہ ہے اور تصویریں بھی شاہانِ وقت اور اُمرائے زمانہ کی اور ان سے ہی آپ کو اُلفت ہے۔میں نے بھی اپنے کاشانے کو اُن چیزوں سے پیراستہ کیا ہے جن سے مجھے اُنس ہے اور اس امید پر ایسا کیا ہے کہ شاید کسی وقت محبوب حقیقی مجھ پر مہر کی نظر ڈالے اور دولتِ عشق سے مالامال ہو جاؤں۔حضرت ابوالخیرؒ پر ان کی تقریر کا اس قدر اثر ہوا کہ اپنے مکان کی تمام تصویریں نکال پھینکیں۔اس کے بعد حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ اپنے والد ماجد کے فرمانے سے مرو تشریف لیگئے اور پانچ برس کامل عبداللہ حصری اور قفال کے درس میں شریک رہ کر علوم شرعیہ میں کمال اور تکمیل کا درجہ حاصل کیا۔ دن بھر تحصیل علوم میں مشغول رہتے اور رات بھر عبادت فرماتے۔مگر اب تک باقاعدہ علم باطنی کی تعلیم کسی شیخ سے حاصل نہیں فرمائی تھی۔اس کے بعد سرخس چلے آئے اور ابوعلی فقیہ کی خدمت میں رہ کر فقہ و تفسیر میں مزید مہارت تامہ حاصل فرمائی مگر ہر وقت اہل اللہ کی لو لگی رہتی تھی۔حق تعالیٰ نے ان کا مقصد حاصل فرمایا۔یعنی سرخس ہی میں حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔حضرت لقمانؒ مجنون بہت بڑے کامل مجذوب تھے اور بڑے قوی التصرف تھے۔اس کا قصہ اس طرح ہے کہ شارستان سرخس کے کنارے انھوں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ اپنی کملی کی سلائی کر رہے ہیں۔ ان ہی بزرگ کا نام شیخ لقمان تھا۔یہ دیکھ کر یہ بھی وہاں جا کھڑے ہوئے اور اس طرح کھڑے

ہوئے کہ سایہ کملی پر پڑتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ لقمان نے سر اٹھا کر کہا کہ میاں لڑکے کچھ خبر بھی ہے ہم نے تم کو بھی اس کملی کے ساتھ سی دیا اور حضرت شیخ کا ہاتھ پکڑ کر **شیخ ابوالفضل بن حسن سرخسی** کی خانقاہ میں لائے اور ان کے سپرد کر گئے اور شیخ ابوالفضل سے فرمایا کہ جب تک زندہ ہو ابوسعید کی تربیت کرنا۔ شیخ ابوالفضل کے انتقال کے بعد حضرت ابوسعید ؒ **شیخ ابوالعباس قصاب آملی** کی خدمت میں رہے۔ مگر حقیقتاً جو کچھ تربیت پائی اور جس قدر معرفت الٰہی حاصل کی وہ شیخ ابوالفضل کی خدمت میں ہی حاصل کی۔ اُن کے انتقال کے بعد ابوالعباس قصاب رحمہ اللہ کی خدمت نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اب کیا تھا حضرت شیخ اکسیر ہو گئے۔ جس پر نظر ڈالی سونا بنا دیا حضرت اُن متقدمین بزرگوں میں ہیں کہ جو جامع علوم ظاہر و باطن تھے۔ یہ اُن صوفیوں میں نہ تھے کہ جو شریعت و طریقت کو جدا گانہ سمجھتے تھے۔ حضرت شیخ کا مسلک ہی یہ تھا کہ اتباع شریعت ہی طریقت و حقیقت ہے اور یہی اصل وجہ ان کے علو مرتبت کی ہے ان کے زمانے میں جسقدر کاملین و عارفین تھے سب ان کے آگے سر تسلیم خم کرتے تھے اور سب مسخر تھے۔ ان کی بزرگی کا حال اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے (جن کے مزار مبارک پر حضرت سلطان الہند غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے زمانے تک چلہ کشی کی ہے) جلیل القدر بزرگ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر معتکف رہے ہیں۔ ایک روز حضرت داتا صاحب حضرت شیخ کے مزار مبارک پر مراقب تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سفید کبوتر اُڑتا ہوا آیا اور حضرت شیخ کی قبر پر جو تھیلی پڑی ہوئی تھی اُس کے نیچے چلا گیا۔ انھوں نے اٹھکر تھیلی کو دیکھا تو وہاں کچھ نہ تھا۔ دو تین روز یہی

واقعہ دیکھا۔ حیران تھے کہ یہ عجیب قصّہ ہے؟ ایک شب خواب میں شیخ کو دیکھا فرماتے ہیں کہ وہ کبوتر دراصل میری صفائی معاملہ ہے جو ہر روز مجھ سے ملنے آتی ہے۔

شیخ کے کشف و کرامات اسقدر ہیں کہ اس مختصر تحریر میں اُن کی گنجایش نہیں ہے کسی نے شیخ سے دریافت کیا کہ بعض اہل اللہ دریا پہ چلتے ہیں اور چشم زدن میں طے الارض کر لیتے ہیں بعض ہوا میں اُڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خس و خاشاک میں پانی چلتا ہے (یعنی بہتا چلا جاتا ہے) شیطان دم بھر میں کہیں کا کہیں جا پہنچتا ہے۔ مکھیاں بھی ہوا میں اُڑتی ہیں۔ جو اہل اللہ ہیں اُن کے نزدیک یہ اُمور بے معنی ہیں اور نسبت الی اللہ تعالیٰ علٰحدہ چیز ہے۔ مرد خدا وہ ہے جو دنیا میں ایک نکاح کرے۔ بیوی بچوں کے اور تمام مخلوق کے حقوق اور پھر حقوق اللہ دونوں کو شریعت کے مطابق بے کم و کاست ادا کرے اور پھر ایک لحظہ بھی یادِ الٰہی سے غافل نہو رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ کا وہی شخص مصداق ہو سکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ سے کسی نے حدیث شریف تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ کے معنی پوچھے۔ آپ نے فرمایا۔ ایک ساعت اپنی نیستی میں فکر کرنا ایک سال کی اُس عبادت سے بہتر ہے جو خودی کے ساتھ ادا کی جائے اور یہہ رباعی فرمائی:۔

تا روئے ترا بدیدم اے شمع طراز ۔۔۔ نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز ۔۔۔ چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

شیخ محمد ابو نصر جلیبی نامی ایک بزرگ تھے اُنھوں نے حضرت شیخ کی بہت شہرت سُنی۔ اتفاقاً خواجہ ابوبکر خطیب مرو سے نیشابور جا رہے تھے۔ جب شیخ

ابونصر سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے کہا کہ شیخ ابو سعید سے مل کر ہمارے ایک سوال کا جواب لیتے آنا اور سوال یہ ہے کہ "آثار کے لئے محو ہے"۔ خواجہ نے کہا لکھ دیجئے چنانچہ شیخ ابونصر نے لکھدیا۔ خواجہ نیشا پور پہنچے تو سرائے میں اُترے۔ انھوں نے دیکھا کہ دو شخص مجکو پکارتے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ شیخ ابو سعید صاحب نے بلایا ہے اور کہا ہے کہ میرے پاس آکر سرائے میں ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کو دیکھتے ہی فرمایا:۔

اھلا لسعل الرسول وحبذا ا — وجه الرسول لحب المرسل

اور فرمایا وہ خط تو دو، دیکھوں ابونصر نے کیا سوال کیا ہے۔ خواجہ نے خط پیش کیا۔ فرمایا جب جاؤ گے جواب لیتے جانا۔ خواجہ نے چند روز رہ کر واپسی کے وقت جواب طلب کیا۔ فرمایا کہ اس پیر سے کہدینا لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ (یعنی عین ہی کو بقا نہیں اثر کہاں رہیگا) یعنی جب حقیقت کا اظہار ہوا پھر کوئی چیز باقی نہ رہی کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ۔ خواجہ نے سر جھکا کر عرض کی میں سمجھا نہیں۔ فرمایا یہہ رباعی یاد کر لو بس یہی جواب ہے۔

جسمم ہمہ اشک گشت وچشمم بگریست — درعشق تو بے جسم ہمی باید زیست
از من اثرے نماند وایں عشق ز چیست — چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

خواجہ نے مرو میں آکر شیخ ابونصر کو یہہ رباعی سُنائی۔ رباعی سُنتے ہی ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اس حال میں ایک ہفتہ زندہ رہے بالآخر بعد ایک ہفتے کے انتقال ہو گیا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا حال مطابق قال تھا یعنی باطن وظاہر شریعت غرا کے موافق تھا سر مو فرق ہونے نہ پاتا تھا۔ اور علاوہ علم وفضل ظاہری وباطنی کے حضرت شیخ شاعر بھی تھے مگر نہ وہ شاعری جسکے متعلق قرآن مجید میں مذمت فرمائی گئی ہے کہ اَلشُّعَرَآءُ

يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ الخ بلکہ آپ تلامیذ رحمٰن میں سے تھے اور الشعر لحکمۃ و ان الحکمۃ لسحرا کے مصداق۔ آپ کی شاعری آپ کے جذبات وارادات عشق الٰہی نظم کرنا تھا۔ یہہ جذبات اور یہہ واردات ہر وقت آپ پر وارد و طاری ہوتے رہتے تھے۔ کل اناء یترشح بما فیہ ظاہر ہے انسان ضبط بھی کہاں تک کرسکتا ہے اسلیئے خود بخود حضرت شیخ کی زبان واردات و جذبات نظم کی شکل میں آجاتے تھے اور ایک مصلحت یہہ بھی تھی کہ اس کلام سے بڑے بڑے کاملین نے فوائد حاصل کئے اور تا قیامت حاصل کرتے رہیں گے۔

حضرت شیخ کا تمام کلام صرف رباعیات ہی ہیں۔ اگرچہ عمر خیام رباعیات کا حاکم ہے مگر حضرت شیخ نے جو بات کہ رباعیات میں بیان فرمادی عمر خیام کو اُس کی ہوا بھی نہ لگی۔ قال کو حال سے نسبت نہیں ہوسکتی۔ تمام متقدمین کیطرح حضرت شیخ کی زبان بھی صاف وسادہ ہے اور مفہوم اس قدر دلچسپ کہ جسکا بیان مشکل ہے البتہ کہیں کہیں تجنیس خطی و لفظی ضرور پائی جاتی ہے مگر وہ بھی نہایت حُسن وخوبی سے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ خزان کے موسم میں حضرت شیخ ایک درخت کے نیچے آرام فرمارہے تھے۔ موسم خزان کا تھا اُس درخت کے پتے بالکل زرد تھے۔ دیکھتے ہی فرمایا کہ:۔

تو از مہر زرد و من از مہر زرد   تو از مہر ماہ و من از مہر ماہ

حضرت شیخ کے مرتبۂ فنا کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ خواجہ مظفر خداوندی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت شیخ کا ذکر ہو رہا تھا۔ خواجہ نے کہا مجھ میں اور شیخ ابوسعید میں یہ نسبت ہے کہ جس طرح پیمانہ میں ایک دانہ ہو اور وہ دانہ شیخ ابوسعید ہے۔ حضرت شیخ

کے مریدین و مخلصین نے جب یہ سُنا تو اُن کو ناگوار گذرا اور حضرت شیخ سے یہ واقعہ حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ خواجہ سے جا کر کہو کہ وہ ایک دانہ بھی تو ہی ہے۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔

ایک روز حضرت شیخ کے روبرو کسی قوال نے یہ بیت پڑھی ؏

اندر غزل خویش نہاں خواہم گشت　　تا برلب تو بوسہ دہم چونش بخوانی

حضرت شیخ نے دریافت کیا یہہ بیت کس کی ہے؟ قوال نے عرض کی عمارہ کی حضرت شیخ نے فرمایا۔ چلو کہ عمارہ کی زیارت کریں۔ چنانچہ اپنی ایک جماعت کے ساتھ جا کر اُن کی زیارت کی اور خود یہ رباعی پڑھی　　رباعی

در راہِ یگانگی نہ کفراست و نہ دیں　　یک گام ز خود برون نہ و راہ ببیں

اے جانِ جہاں تو راہِ اسلام گزیں　　با مارِ سیہ نشین و با خود منشیں

حضرت شیخ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان حجاب آسمان و زمین، عرش و کرسی نہیں ہیں بلکہ خود انسان کی خودی حجاب ہے۔ چاہیئے کہ اس خودی کو درمیان سے اُٹھائے تاکہ شاہد حقیقی جلوہ گر ہو۔

حضرت شیخ کی عمر شریف ۸۳ سال ۴ ماہ کی ہوئی اور شب جمعہ ماہ شعبان ۴۴۰ ہجری کو انتقال ہوا۔ یہہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے آگے حسب ذیل اشعار پڑھے جائیں۔

اشعار

خوبتر اندر جہاں زیں چہ بود کار　　دوست بر دوست رفت یار بر یار

آں ہمہ اندوہ بود ایں ہمہ شادی　　واں ہمہ گفتار بود ویں ہمہ کردار

(مقصود احمد مجددی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باز آ۔ باز آ۔ ہر انچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
۱
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

جو کچھ بھی ہے جو حال ہے تیرا۔ آجا
کافر ہے کہ بُت پرست و ترسا۔ آجا
۱
درگاہ ہماری نہیں جائے حرماں
سو مرتبہ گو توڑی ہو توبہ۔ آجا

نسیما۔ جانبِ بستاں گذر کن
بگو آں نازنیں شمشاد قد را
۲
بتشریفِ قدومِ خود زمانے
مشرف کن خراب آبادِ ما را

نسیم صبح تو گلشن میں جا کے
یہ کہنا اُس حسیں شمشاد قد سے
۲
کہ اپنے دم قدم سے آ کے دم بھر
شرف ویراں کدے کو میرے بخشے

خداوندا بگردانی بلا را
ازیں آفت نگہداری تو ما را
۳
بحقِ آں دو گیسوئے محمدؐ
زبوں گرداں زبردستانِ ما را

خداوندا بلا کو دور کر دے
اس آفت سے مجھے محفوظ رکھ لے
۳
طفیلِ گیسوئے مشکینِ احمدؐ
دکھا نیچا زبردستوں کو سبکے

وا فریاد از عشق وا فریادا ۔ کارم بیکے طرفہ نگار افتادا
گر داد من شکستہ دادا۔ دادا ۴ ورنہ من و عشق ہر چہ بادا۔ بادا

اس عشق کے ہاتھوں سے ہوں میں فریادی ۔ اک طرفہ جفا کار سے کی ہے یاری
انصاف جو مجھ شکستہ دل کا نہ ہوا ۴ تو میں ہوں اور عشق۔ خواہ پھر ہو کچھ بھی

یارب بمحمد و علی و زہرا ۔ یارب بحسین و حسن آل عبا
از لطف بر آر حاجتم در دو سرا ۵ بے منتِ خلق یا علی الاعلےٰ

یارب بہ محمد و علی و زہرا ۔ یارب بحسین و حسن آل عبا
حاجت مری تو لطف سے پوری کر دے ۵ بے منتِ خلق اے علی الاعلےٰ

اے دلبرِ ما مباش بے دلبرِ ما ۔ یک دلبرِ ما بہ از صد دلبرِ ما
نہ دلبرِ ما۔ نہ دلبر اندر برِ ما ۶ یا دلبرِ ما۔ فرست یا دلبرِ ما

بے یار مرے پہلو میں اے دل نہ ٹھہر ۔ سو دل سے ہمارے۔ ایک دلبر بہتر
پہلو میں ہمارے دل نہ آغوش میں یار ۶ دلبر کو۔ نہیں تو۔ دل کو بھیج۔ ربِّ اکبر

منصور حلاج آں نہنگِ دریا ۔ کز پنبۂ تن دانۂ جاں کرد جدا
روزے کہ انا الحق بزباں می آورد ۷ منصور کجا بود۔ خدا بود خدا

منصور حلاج وہ نہنگِ دریا ۔ کی جانِ عزیز جسم سے جس نے جدا
جس روز انا الحق کہ زباں پر لایا ۷ منصور کہاں تھا وہ۔ خدا تھا وہ خدا

من دوش دعا کردم و باد - آمینا | تا بہ شود آں دو چشم بادامینا
از دیدۂ بدخواہ ترا چشم رسید | ۸ | در دیدۂ بدخواہِ تو بادا - مینا

آمین کہی ہوا نے کل دعا جو مانگی | تا کہ ہوں - وہ بادام سی - آنکھیں اچھی
بدخواہ جو تیرا ہے ہوئی اُس کی نظر | ۸ | اللہ کرے پھوٹیں نہ آنکھیں اُس کی

اے کردہ غمت غارتِ ہوشِ دلِ ما | دردِ تو شدہ خانہ فروشِ دلِ ما
رندی کہ مقدساں از و محرومند | ۹ | عشق تو مرہ - اُو گفت - بگوشِ دلِ ما

کب چین غمِ عشق میں آیا دل کو | فرقت میں تری دردنے مارا دل کو
رندی - کہ ہیں زاہدانِ خشک اُس سے محروم | ۹ | اُس نے ہی ترا عشق سکھایا دل کو

در دیدہ بجائے خواب آب است مرا | زیرا کہ بدیدنت شتاب است مرا
گویند بخواب - تا بخوابش بینی | ۱۰ | اے بیخبراں چہ جائے خواب است مرا

ہیں اشک بجائے خواب آنکھوں میں ہری | ہے مدنظر یہ - تجھے دیکھوں جلدی
سب کہتے ہیں سو جا کہ نظر آئے یار | ۱۰ | اے بے خبرو - نیند کی یہ کیا ہے گھڑی

تا ور درسید - چشم خونخوار ترا | خواہم کہ کشد جانِ من آزار ترا
یا رب کہ ز چشم زخمِ دوراں ہرگز | ۱۱ | در وے نرسد نرگسِ بیمار ترا

جب سے نظرِ بد - تری آنکھوں کو لگی | خواہش ہے کہ پہنچے مجھے تکلیف تری
آفاتِ زمانہ سے خدا تجکو - بچائے | ۱۱ | بیمار نہو نرگسِ بیمار کبھی

مہمانِ تو خواہم آمدن جانانا — می توانی کن ز حاسداں پنہانا
خالی کن ایں خانہ زبس مہمانا ۱۲ — باما کس را بخانہ در منشانا

جی میں ہے کہ مہمان بنوں۔ یار ترا — خلوت میں رقیبوں سے الگ مجکو بلا
خالی ہو گھر ایسا کہ نہ ہو غیر کوئی ۱۲ — اور کوئی نہ ہو پاس ترے میرے سوا

آں رشتہ کہ قوت روان ست مرا — آرائش جانِ ناتوان ست مرا
برلب چو کشی جاں کشدم از پے آں ۱۳ — پیوند چو بار رشتۂ جان ست مرا

وہ رشتۂ اُلفت کہ ہے زندگانی اُس سے — دم میں ترے قوت ہے روانی اُس سے
اظہار کرے تو۔ تو فدا ہو جاؤں ۱۳ — ہے جان کا پیوند نہانی اُس سے

تا چند کشم غصۂ ہر ناکس را — وز خستِ خود خاک شوم ہر کس را
کارم بدعا چو بر نمی آید راست ۱۴ — دادم سہ طلاق ایں فلک اطلس را

کبتک میں اٹھاؤں غصہ ہر ناکس کا — ذلت سہوں نا اہل کی کب ہے اچھا
دوں تین طلاقیں آسماں کو اُس دم ۱۴ — کچھ کام نہ جب دُعا سے نکلے اپنا

ہرگاہ کہ بینی دو سہ سرگرداں را — عیب رہ مرداں نتواں کرد آں را
تقلید دو سہ مقلد بے معنی ۱۵ — بدنام کنند رہ جو اں مرداں را

دو اک کو آوارہ اگر تو دیکھے — مردانِ خدا پر نہ لگا عیب اُس سے
تقلید سے بے معنی مقلدوں کی اکثر ۱۵ — ہو جاتے ہیں بدنام خدا کے بندے

دنیا جم را و قیصر و خاقاں را — تسبیح ملک را و صفا رضواں را
۱۶
دوزخ بہ بداں بہشت مر نیکاں را — جاناں ما را و جان ما جاناں را

ہے قیصر و جم کے لیئے دنیا زیبا — تسبیح ملک کے لیئے رضواں کو صفا
۱۶
دوزخ ہے بدوں کے لیئے نیکوں کو بہشت — جاناں کی مری جان تو جاناں میرا

وصل تو کجا و من مہجور کجا — دردانہ کجا حوصلۂ مور کجا
۱۷
ہر چند ز سوختن ندارم باکے — پروانہ کجا و آتش طور کجا

تیرا کہاں وصل اور یہ مہجور کہاں — دردانہ کہاں حوصلۂ مور کہاں
۱۷
ہر چند میں ڈرتا نہیں جلنے سے مگر — پروانہ کہاں اور آتش طور کہاں

بر تافت عناں صبوری از جان خراب — شد ہمچو رکاب حلقۂ چشم از تب و تاب
۱۸
دیگر چہ عناں نہ پیچم از حکم تو سر — گر دولت پابوس تو یابم چو رکاب

اے صبر کے قابل نہ رہی جان خراب — آنکھوں میں پڑے حلقے بڑھا جب تب و تاب
۱۸
سرتابی ترے حکم سے ہرگز نہ کروں — پابوسی کی دولت جو ملے مثل رکاب

از چرخ و فلک گردش یکساں مطلب — وز دور زمانہ عدل سلطاں مطلب
۱۹
روزے پنج کہ در جہاں خواہی بود — آزار دل ہیچ مسلماں مطلب

اس چرخ سے تو گردش یکساں کو نہ چاہ — اور دور جہاں میں عدل سلطاں کو نہ چاہ
۱۹
جو عمر کہ پنج روزہ تیری گذرے — لازم ہے کہ آزار مسلماں کو نہ چاہ

گہ میگردم بر آتشِ ہجر کباب ۔ گہ سرگردان بحرِ غم ہمچو حباب
۲۰
القصہ چو خار و خس درین دیر خراب ۔ گہ بر سر آتشم ۔ گہے بر سر آب

جلتا ہوں کبھی ہجر میں مانند کباب ۔ یا بحرِ الم میں غوطہ زن مثل حباب
۲۰
القصہ جہاں میں خار و خس کی مانند ۔ ہوں آگ میں جلتا ۔ تو کبھی بر سر آب

کارم ہمہ نالہ و خروش است امشب ۔ نے صبر پدید است و نہ ہوش است امشب
۲۱
در چشم خوش بود ساعتے ۔ پنداری ۔ کفارۂ عیش دلی دوش است امشب

اس رات مرا کام ہے فریاد و فغاں ۔ اب صبر کہاں اور مجھے ہوش کہاں
۲۱
کل عیش میں گذری جو گھڑی ۔ آج کی رات ۔ بدلہ ہے اُسی کا ۔ مجھے ہوتا ہے گماں

اے آئینۂ حسن تو در صورت زیب ۔ گرداب ہزار کشتیٔ صبر و شکیب
۲۲
ہر آئینہ کہ غیر حسن تو بود ۔ خواند خرد ش سراب صحرائے فریب

صورت کا تری حسن ہے خود آئینہ ۔ کشتی کے لئے صبر کی ۔ گرداب بلا
۲۲
جو دل بھی ۔ کہ ہو حسن سے تیرے خالی ۔ عقل اُسکو سمجھتی ہے سراب صحرا

دور از تو فضائے دہر بر من تنگ است ۔ دارم دلکے کہ زیر صد من سنگ است
۲۳
عمریست کہ مدتش زمان را عار است ۔ جانیست کہ بردنش اجل را ننگ است

فرقت میں تری وبال ساری دنیا ۔ سو من کا پہاڑ ۔ میرے دل پر ہے دھرا
۲۳
وہ عمر کہ دن جسکے ۔ جہاں کیلئے ننگ ۔ وہ جان ۔ جسے ۔ اجل نہ چاہے لے جانا

آں راکہ قضا ز خیلِ عشاق نوشت
آزاد ز مسجد است و فارغ ز کنشت
دیوانۂ عشق را چہ ہجراں چہ وصال
از خویش گذشتہ را چہ دوزخ چہ بہشت ۲۴

جو شخص ازل ہی سے کہ عاشق ٹھہرا
بتخانہ و مسجد سے وہ آزاد ہوا
عاشق کو برابر ہے۔ وہ ہو ہجر کہ وصل
کیا جنت و دوزخ۔ جو خودی سے گذرا ۲۴

اے دل ہمہ خوں شوی شکیبائی چیست
وے جاں بدرآ۔ ایں ہمہ رعنائی چیست
اے دیدہ چہ مردمیت۔ شرمت بادا
نادیدہ بجالِ دوست بینائی چیست ۲۵

دل! ہو ہمہ تن خوں۔ شکیبائی کیا؟
اے جان نکل آ۔ کہ یہ رعنائی کیا؟
اے آنکھ! یہ مردمی ہے کیا شرم تو کر
بے دیکھے ہوئے یار کے بینائی کیا؟ ۲۵

دل عادت و خوئے جنگجوئی تو گرفت
جاں گوہر ہمت سر کوئے تو گرفت
گفتم بخط تو جانبِ مارا گیر
ایں ہم طرفِ روئے نکوئے تو گرفت ۲۶

دل نے تری خوئے جنگجوئی سیکھی
کی جان نے ہمت۔ کہ وہ لے تیری گلی
ہو جائے ہمارا۔ خطِ عارض سے کہا
رخسار کی اُس نے بھی طرفداری کی ۲۶

گفتار نکو دارم و کردارم نیست
از گفت نکوئے و بے عمل عارم نیست
دشوار بود کردن و گفتن آساں
آسانِ بسیار ہیچ دشوارم نیست ۲۷

گفتار اگر اچھی ہے تو کردار نہیں
اس بے عملی سے مجھے کچھ عار نہیں
کرنا جو ہے دشوار۔ تو آساں کہنا
آساں تو بہت ہے۔ کچھ بھی دشوار نہیں ۲۷

اے خواجہ ترا غم جمال ما ہست — اندیشۂ باغ و راغ و خرمن گاہ ہست
۲۸
ما سوختگان عالم تجریدیم — ما را غم لا الٰہ الا اللہ ہست

اے خواجہ تجھے ہے فکرِ حسنِ دلدار — تو ہے غم باغ و راغ و خرمن سے بیزار
۲۸
ہم عالم تجرید کے ہیں سوختہ تن — ہم کو غم لا اِلٰہ الا اللہ سے کار

گویند دل آئینہ آئیں عجب است — در روئے رخ شاہدان خود بیں عجب است
۲۹
در آئینہ روئے شاہدان نیست عجب — خود شاہد و خود آئینہ ایں عجب است

سب کہتے ہیں دل بھی ہے عجب آئینہ — پھر اُس میں رُخ شاہد خود بیں کیسا
۲۹
یار آئے نظر اُس میں ۔ تو حیرت نہیں کچھ — خود شاہد و خود آئینہ کیونکر وہ ہوا

در ہجر ایم قرار می باید و نیست — آسایش جان زار می باید و نیست
۳۰
سرمایۂ روزگار می باید و نیست — یعنی کہ وصال یار می باید و نیست

فرقت میں جو چاہا بھی تو آیا نہ قرار — آسائش جان چاہی ولیکن بے کار
۳۰
سرمایۂ روزگار چاہا ۔ نہ ملا — یعنی مجھے ہرگز نہ ہوا وصل یار

روزم بغم جہان فرسودہ گذشت — شب در ہوس بودہ و نابودہ گذشت
۳۱
عمرے کہ ازو دمے جہانے ارزد — القصہ بفکر ہائے بیہودہ گذشت

دن میرا غم جہاں میں سارا گذرا — بیکار ہوس میں وقت سب صرف ہوا
۳۱
جس عمر کا اک دم ہے جہاں کی قیمت — القصہ ۔ کٹی یوں ہی نہ کچھ کام کیا

گریم ز غمِ تو زار و گوئی زرق است — چوں زرق بود کہ دیدہ در خوں غرق است

۳۲

تو پنداری کہ جملہ دلہا دلِ تو است — نہ نہ صنما میانِ دلہا فرق است

تم کہتے ہو مکر سے میں ہوں غم سے روتا — وہ مکر ہے کب۔ لہو جو آنکھوں سے بہا

۳۲

اپنا سا ہر اک دل کو سمجھتے ہو تم — ہر گز نہیں۔ دل۔ دل میں بھی ہے فرق بڑا

آں را کہ فنا شیوہ و فقر آئین است — نہ کشف و یقین نہ معرفت نہ دین است

۳۳

رفت او ز میاں ہمیں خدا ماند خدا — الفقر اذا تم ہو اللہ این است

جس نے کہ کیا فقر و فنا کا شیوا — ہے کشف و یقین و معرفت دیں کچھ اُس کا

۳۳

خود مٹ گیا جب وہ۔ تو خدا ہی ہے خدا — اَلفَقرُ اِذَا تَمَّ ہُوَ اللہ یہ ہے

کردم توبہ شکستیش روز نخست — چوں شکستم بتوبہ ام خواندی چست

۳۴

القصہ زمام توبہ ام در کفِ تست — یکدم نہ شکستہ اش گذاری نہ درست

توبہ شکنی میری ازل سے تھی لکھی — پھر حکم ہے توبہ کا۔ جو توبہ توڑی

۳۴

القصہ مری توبہ ترے ہاتھ میں ہے — ہے ڈھیل کبھی اُس میں کبھی مضبوطی

دنیا بمثل چو کوزۂ زرین است — گہ آب درو تلخ و گہے شیرین است

۳۵

تو غرہ مشو کہ عمر من چندین است — کیں اسپِ اصیل مدام زیر زین است

دنیا بمثال کوزۂ زرّیں ہے — پانی کبھی اُس کا تلخ اور کبھی شیریں ہے

۳۵

تو غرہ نہ کر کہ عمر تیری ہے بہت — یہ اسپِ اصیل۔ مدام زیر زیں ہے

تا در نہ رسد وعدۂ ہر کار کہ ہست
سودے نہ دہد یاریٔ ہر یار کہ ہست
تا زحمتِ سرماؤ زمستان نکشد ۳۶
پُر گل نشود دامنِ ہر خار کہ ہست

وقت آئے نہ جبتک نہ ہو پورا وعدا
ہر دوست کی یاری میں نہیں نفع ذرا
برداشت نہ جبتک کرے سردی گرمی ۳۶
ہر خار کا دامن نہ ہو پھولوں سے بھرا

یارب تو زمانہ را دلیلے بفرست
نمرود ان را پشۂ چو پیلے بفرست
فرعونیگان ہمہ زبردست شدند ۳۷
موسیٰؑ و عصاؤ رود نیلے بفرست

دنیا کے لیے راہ نما۔ رب غفور
نمرودوں کا سر توڑے۔ گرا ایسا مور
ظالم ہوئے فرعون صفت بھیج سے پھر ۳۷
موسیٰؑ و عصا و رود نیل ضرور

آسان آسان زخود امان نتوان یافت
ویں شربتِ شوق رائگان نتوان یافت
زان مے کہ عزیزِ جانِ مشتاقان است ۳۸
یک جرعہ بصد ہزار جان نتوان یافت

آسان نہیں اپنی خودی کا کھونا
یہ شربت شوق۔ مُفت کس نے ہے پیا
وہ مے کہ عزیز جانِ مشتاقاں ہے ۳۸
گھونٹ اُس کا ہزار جان دیکے ملا

از در دلنشان مدہ کہ درجانِ تو نیست
بگذر ز ولایتے کہ آن آنِ تو نیست
از بیخردی بود کہ با جوہریان ۳۹
لاف از گہرے زنی کہ در کانِ تو نیست

نام اُس کا نہ لے نہو جو دردِ دل کے اندر
جو شے نہیں تیری اُس سے کر قطع نظر
ہے جوہریوں کے سامنے حماقت کی دلیل ۳۹
شیخی تو بگھارے نہو معدن میں گُہر

چشمم ہمہ اشک گشت جسمم بگریست • درعشق تو بے جسم ہمی باید زیست
از من اثرے نماند ایں گریہ چیست ۴۰ چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

آنکھیں ہوئیں اشک، جسم میرا رویا بے جسم ترے عشق میں جینا اچھا
میں ہی نہ رہا تو پھر یہ روتا ہے کون ۴۰ معشوق ہوا میں۔ تو کون عاشق ٹھہرا

تا پائے تو رنجہ گشت و با درد بساخت مسکیں دل رنجور من از درد گداخت
گو یا کہ ز روزگار درد ے دارد ۴۱ ایں درد کہ در پائے تو خود را انداخت

جب سے کہ ترا پاؤں دُکھا۔ درد ہوا میرے دل رنجور میں بھی درد اُٹھا
گو یا کہ زمانے کو ہے اس درد کا درد ۴۱ جو درد کہ جا کر ترے قدموں پہ پڑا

عشق تو بلائے جان درویش من است بیگانہ نمی شود مگر خویش من است
گفتم سفرے کنم ز غم بگریزم ۴۲ منزل منزل غم تو در پیش من است

ہے عشق بلائے جان میں ہوں بیدل بیگانہ نہیں ہوتا ہے مجھ پر مائل
میں نے کہا اس غم سے بچوں کر کے سفر ۴۲ تیرا ہی رہا غم مجھے منزل منزل

زاں مے خوردم کہ روح پیمانۂ اوست زاں مست شدم کہ عقل دیوانۂ اوست
دودے بمن آمد آتشے با من زد ۴۳ زاں شمع کہ آفتاب پروانۂ اوست

پیتا ہوں وہ مے کہ روح جسکا پیمانہ ہے میں مست ہوں اُسکا ہوش جسکا دیوانہ ہے
جلتا ہوں میں اُس شمع کے دھوئیں سے جسکا ۴۳ یہ مہر جہاں تاب بھی پروانہ ہے

زنار پرست زلف عنبر بویت • محراب نشین گوشہ ابرویت
یارب تو چہ کعبہ کہ باشد شب و روز ۴۴ روئے دل کافر و مسلمان سویت

زنار پرست کوئی گیسو کا ہوا ہے گوشہ نشیں کوئی ترے ابرو کا
کعبہ ہے عجب تو بھی۔ الٰہی۔ کہ جدھر ۴۴ روئے دل کافر و مسلماں دیکھا

با دل گفتم کہ اے دل احوال تو چیست دل دیدہ پر آب کرد و بسیار گریست
گفتا کہ چگونہ باشد احوال کسے ۴۵ کو را بمراد دیگرے باید زیست

احوال جو میں نے اپنے دل سے پوچھا اشک آنکھوں میں بھر لایا بہت سی رویا
کہنے لگا اُس شخص کا احوال ہی کیا ۴۵ مرضی پہ ہو دوسرے کی جس کا جینا

اے مقصد خورشید پرستاں رویت محراب جہانیاں خم ابرویت
سرمایۂ عیش تنگدستاں دہنت ۴۶ سر رشتۂ دلہائے پریشاں مویت

ہے مقصد خورشید پرست روئے نیکو اور اہل جہاں کے لئے معبد ابرو
سرمایۂ عیش تنگدستوں کا۔ دہن ۴۶ سر رشتۂ پریشان دلوں کا۔ گیسو

غم عاشق سینۂ بلا ہر در ماست خوں در دل آرزو و نم چشم تر ماست
ہاں غیر۔ اگر حریف یابی پیش آئے ۴۷ کالماس بجائے بادہ در ساغر ماست

آزار طلب سینہ کا عاشق ہے غم خون دل آرزو ہے اشک پیہم
اے غیر حریف ہے تو میدان میں آ ۴۷ پی جا کہ بجائے مے ہے پیمانہ میں سم

درکشورِ عشق جائے آسایش نیست آنجا ہمہ کاہشت افزائش نیست

بے درد والم توقع درمان نیست ۴۸ بے جرم وگنہ امید بخشائش نیست

یہ کشورِ عشق جائے آرام نہیں راحت کا بجز رنج کہیں نام نہیں

بے درد والم نہیں امید درماں ۴۸ بے جرم گنہ بخشش و انعام نہیں

عشق آمد وگردِ فتنہ برجانم ریخت عقلم شد وصبر رفت وہوشم بگریخت

زیں واقعۂ سخت دوست دستم بگرفت ۴۹ چوں دید کہ ہرچہ داشت درپایم ریخت

عشق آیا تو جان پر وہ آئی آفت عقل وخرد وصبر ہوئے سب رخصت

اس واقعۂ سخت میں جو کام آیا دوست ۴۹ کی اُس نے مری ہر ایک ممکن خدمت

گر مُردہ بوم برآمدہ سالے بیست چہ پنداری کہ گورم از عشق تہیست

گر دست بخاکِ من تہی کاینجا کیست ۵۰ آواز دہم کہ حالِ معشوقم چیست

مر کر مجھے ہو بیتے بیس برس کا عرصہ کیا عشق سے خالی مرا مدفن ہو گا

تو خاک کی چٹکی بھی اٹھائے گا اگر ۵۰ پوچھوں گا یہی۔ یار ہے میرا کیسا

اے قبلۂ ہر کہ مقبل آمد رویت روئے ہمہ مقبلانِ عالم سویت

امروز کسے کز تو بگرداند روئے ۵۱ فردا بکدام رو بہ بیند سویت

چہرہ ترا قبلہ ہے ہر اک مقبل کا ہر صاحب اقبال کا تو قبلہ نما

بدبخت اگر آج پھرا تجھ سے کوئی ۵۱ کس منہ سے وہ کل دیکھیگا دیدار ترا

از ما ہمہ عجز و نیستی مطلوب است
ہستی و توابعش ز ما منکوب است
این اوست پدید گشتہ در صورتِ ما ۵۲
این قدرت و فعل ازاں بما منسوب است

ہے نیستی و عجز ہی - ہم سے مطلوب
ہستی و لوازم اُسکے ہم سے منکوب
صورت میں ہماری خود ہوا وہ ظاہر ۵۲
یہ قدرت و فعل صرف ہم سے منسوب

گر سبحۂ صد دانہ شماری خوب است
در جام مے از کف نگذاری خوب است
گفتی چہ کنم - چہ تحفہ آرم بر دوست ۵۳
بت در دو میان ہر آنچہ آری خوب است

سو دانے کی تسبیح شماری بھی بھلی
پیمانۂ مے ہاتھ میں - اچھا وہ بھی
تو کہتا ہے - لیجاؤں میں کیا یار کے پاس ۵۳
آ درد کے ساتھ - پھر ہے ہر چیز کھری

آلودۂ دنیا جگر ریش تر است
آسودہ تر است ہر کہ درویش تر است
ہر خر کہ بر وزنگی و زنجیرے ہست ۵۴
چوں بر نگری بار بر ویش تر است

آلودۂ دنیا ہے زیادہ مضطر
جو جتنا ہے درویش ہے آسودہ تر
جس خر پہ کہ زنگولہ و زنجیر بھی ہو ۵۴
اُسپہ ہی زیادہ بار ہوگا اکثر

دی شب کہ دلم ز تابِ ہجراں می سوخت
اشکم ہمہ در دیدۂ گریاں می سوخت
می سوختم آنچناں کہ غیر از دلِ تو ۵۵
بر من دلِ کافر و مسلماں می سوخت

کل شب تپ فرقت میں جلا کچھ ایسا
جو اشک تھا آنکھوں میں جلا خشک ہوا
القصہ جلا اتنا - کہ اِک تیرے سوا ۵۵
مجھ پر دل ہر گبر و مسلمان جلا

سیمابی شد ہوا و زنگاری دشت اے دوست بیا و بگذر از ہر چہ گذشت
گر میل وفا داری - اینک دل و جاں ۵۶ ور میل جفا داری اینک سر و طشت

چلتی ہے ہوا۔ سبز ہوا۔ سارا دشت آیار - قصور بخش میرا۔ سر دست
ہے میل وفا اگر تو حاضر دل و جاں ۵۶ ہے خواہش جور اگر۔ تو یہ ہے سر طشت

عقرب (برج) سر زلف یار و مہ چنبر اوست شیریں سخنی کہ شہد در شکر اوست
با ایں ہمہ کبر و ناز کاندر سر اوست ۵۷ فرماں دہ روزگار فرماں بر اوست

عقرب (برج) سر زلف - چاند اُس کا حلقہ شیریں سخنی میں شہد و شکر کے سوا
با ایں ہمہ کبر و ناز جو ہے اُس کو ۵۷ فرماں دہِ روزگار اُس کا بندا

اے دل چو خدنگت رگ جاں بکشودست منمائے بکس خرقۂ خوں آلودت
می نال چنانکہ نشنوند آوازت ۵۸ می سوز چنانکہ برنیاید دودت

جب تیر نظر تیری رگ جاں میں لگے اے دل - نہ کوئی بوند لہو کی دیکھے
آواز سنے نہ کوئی اس طرح سے رو ۵۸ یوں جل - کہ دھواں تک نکلنے پائے

سر سخن دوست نمی یارم گفت دُریست گراں بہا نمی یارم سُفت
ترسم کہ بخواب در بگویم - بکسے ۵۹ شبہاست کزیں خوف نمی یارم خفت

سر سخن دوست - نہیں کہہ سکتا موتی ہیں گراں بہا - پرونا کیسا
کہہ گذروں کسی سے نہ کہیں خوابیں میں ۵۹ راتیں ہوئیں - اس ڈر سے نہیں ہیں سویا

در بحر یقیں کہ دُرِ تحقیق بسے است
گرداب در و جو دم کشی نفسے است
هر گوش صدف حلقۂ چشمت پُر آب
هر موج اشارۂ ز ابروئے کسے است ۶۰

پُر از دُرِ تحقیق یقیں کا دریا
اُس میں ہے فقط یہ نفس گرداب بلا
ہر سیپی اشارہ چشم پُر اشک کا ہے
ہر موج میں ابرو کا کسی کے نقشا ۶۰

شب آمد و رفتم اندر غم دوست
ہم بر سر گریہ چشم ما خوست
از خون دلم هر مژۂ پنداری
لختے است کہ پارۂ جگر بر سر اوست ۶۱

شب ہوتے ہی غم نے مجھے آکر گھیرا
تم جانو! کہ آنکھوں کی تو خو ہے رونا
سمجھو اُسے پلکوں پہ جو خونِ دل ہے
ہر نوکِ مژہ پہ اک جگر کا ٹکڑا ۶۱

گفتی کہ فلاں ز یادِ ما خاموش است
از بادۂ عشق دیگرے مدہوش است
شرمت بادا! ہنوز خاک درِ تو
از گرمیٔ خونِ دلِ من در جوش است ۶۲

کیا کہتا ہے؟ میں یار تجھے بھول گیا
اُلفت میں کسی اور کی مدہوش ہوا
کچھ شرم تو کر! خاک سے تیرے در کی
اب تک ہے مرے خون کی گرمی پیدا ۶۲

آں شب کہ مرا بوصلِ آں مہ رنگ است
بالائے شبم کوتہ و پہنا تنگ است
واں شب کہ ترا ہر من مسکیں جنگ است
شب کور و خروس گنگ و پروین لنگ است

جس شب کہ تجھے ہوتا ہے وصلِ جاناں کی خوشی
ہوتی ہے وہی رات نہایت چھوٹی
جو رات جدائی میں مری کٹتی ہے
ہوتی ہے وہی رات نہایت ہی بڑی

اندر ہمہ دشت خاوراں گر خاریست
آغشتہ بخون عاشق انگاریست
ہر جا کہ پری رخے وگلرخساریست ۶۴
مارا ہمہ درخوراست مشکل کاریست

کانٹا بھی ہے دشت خاوراں میں جو کوئی
آلودۂ خونِ عاشقاں ہے وہ بھی
گلرو نظر آتے ہیں جہاں میں ہم کو ۶۴
ہم سب پہ ہی مرتے ہیں مشکل ہے بڑی

اے دل غمِ عشق از برائے من وتست
سر بر خطِ او نہ۔ کہ سزائے من وتست
تو چاشنیٔ درد۔ نہ دانی ورنہ ۶۵
یکدم غمِ دوست۔ خونبہائے من وتست

دل! ہے غمِ عشق میرے اور تیرے لئے
مان اُس کا کہا۔ کہ ہم ہیں لائق اس کے
معلوم نہیں لذتِ دردِ تجھکو۔ ورنہ ۶۵
تھوڑے سے غم یار پہ۔ ہم ہوں صدقے

ناکامیم اے دوست زخود کامیٔ تُست
ویں سوختگیہائے من از خامیٔ تُست
مگذار کہ در عشق تو رسوا گردم ۶۶
رُسوائیٔ من باعثِ بدنامیٔ تُست

ناکام ہوں میں تیری ہی خود کامی سے
میں جلتا ہوں اے یار تری خامی سے
ایسا نہ ہو میں عشق میں رسوا ہو جاؤں ۶۶
میں ڈرتا ہوں صرف تیری بدنامی سے

بر من درِ وصل بستہ میدارد دوست
دل را بفراق خستہ میدارد دوست
من بعد۔ من وشکستگی و درِ دوست ۶۷
چوں دوست دل شکستہ میدارد دوست

مجھ پہ درِ وصل بستہ رکھتا ہے دوست
دل ہجر میں خستہ رکھتا ہے دوست
اب میں ہوں شکستگی ہے اور یار کا در ۶۷
جب دوست۔ دل شکستہ رکھتا ہے دوست

در بحرِ یقیں کہ دُرِ تحقیق بسے است
گرداب در و جو دم کشی نقش است

هر گوش صدف حلقۂ چشمت پر آب ۶۰
هر موج اشارۂ ز ابروئے کسے است

پُر از دُرِ تحقیق یقیں کا دریا
اُس میں ہے فقط یہ نقش گرداب بلا

ہر سیپی اشارہ چشم پُر اشک کا ہے ۶۰
ہر موج میں ابرو کا کسی کے نقشا

شب آمد و رفتم اندر غم دوست
هم بر سرِ گریہ چشم ما خوست

از خونِ دلم ہر مژۂ پنداری ۶۱
لختے است کہ پارۂ جگر بر سرِ اوست

شب ہوتے ہی غم نے مجھے آکر گھیرا
تم جانو! کہ آنکھوں کی تو خو ہے رونا

سمجھو اُسے پلکوں پہ جو خونِ دل ہے ۶۱
ہر نوکِ مژہ پہ اک جگر کا ٹکڑا

گفتی کہ فلاں ز یادِ ما خاموش است
از بادۂ عشق دیگرے مدہوش است

شرمت بادا! ہنوز خاکِ درِ تو ۶۲
از گرمیٔ خونِ دلِ من در جوش است

کیا کہتا ہے؟ میں یار تجھے بھول گیا
اُلفت میں کسی اور کی مدہوش ہوا

کچھ شرم تو کر! خاک سے تیرے در کی ۶۲
اب تک ہے مرے خون کی گرمی پیدا

آں شب کہ مرا بوصلِ آں مہ رنگ است
بالائے شبم کوتہ و پہنا تنگ است

واں شب کہ ترا بر منِ مسکیں جنگ است
شب کور و خروس گنگ و پروین لنگ است

جس شب کہ مجھے ہوتی ہے وصلِ جاناں کی خوشی
ہوتی ہے وہی رات نہایت چھوٹی

جو رات جُدائی میں مری کٹتی ہے
ہوتی ہے وہی رات نہایت ہی بڑی

اندر ہمہ دشت خاوراں گر خاریست — آغشتہ بخون عاشق افگاریست

ہر جا کہ پری رُخے و گلرخساریست — ۶۴ — ما را ہمہ در خوراست مشکل کاریست

کانٹا بھی ہے دشت خاوراں میں جو کوئی — آلودۂ خونِ عاشقاں ہے وہ بھی

گلرو نظر آتے ہیں جہاں میں ہم کو — ۶۴ — ہم سب پہ ہی مرتے ہیں مشکل ہے بڑی

اے دل غمِ عشق از برائے من و تُست — سر بر خطِ او نہ ۔ کہ سزائے من و تُست

تو چاشنئ درد ۔ نہ دانی ورنہ — ۶۵ — یکدم غمِ دوست ۔ خونبہائے من و تُست

دل ! ہے غمِ عشق میرے اور تیرے لیئے — مان اُس کا کہا ۔ کہ ہم ہیں لائق اس کے

معلوم نہیں لذتِ درد تجھکو ۔ ورنہ — ۶۵ — تھوڑے سے غمِ یار پہ ۔ ہم ہوں صدقے

ناکامیم اے دوست زخود کامئ تُست — ویں سوختگیہائے من از خامئ تُست

مگذار کہ در عشقِ تو رسوا گردم — ۶۶ — رُسوائیِ من باعثِ بدنامئ تُست

ناکام ہوں میں تیری ہی خود کامی سے — میں جلتا ہوں اے یار تری خامی سے

ایسا نہ ہو میں عشق میں رسوا ہو جاؤں — ۶۶ — میں ڈرتا ہوں صرف تیری بدنامی سے

بر من درِ وصل بستہ میدارد دوست — دل را بفراق خستہ میدارد دوست

من بعد من و شکستگی و درِ دوست — ۶۷ — چوں دوست دل شکستہ میدارد دوست

مجھ پہ درِ وصل بستہ رکھتا ہے دوست — دل ہجر میں خستہ رکھتا ہے دوست

اب میں ہوں شکستگی ہے اور یار کا در — ۶۷ — جب دوست ۔ دل شکستہ رکھتا ہے دوست

عشقم۔ کہ بہر رگم۔ غمے پیوند است — دردم۔ کہ دلم بہ رو حاجتمند است

صبرم۔ کہ بکام دینجۂ شیرم ہست ۶۸ — شکرم۔ کہ مدام خرم و خورسند است

وہ عشق ہوں رگ رگ میں ہے غم جسکے بھرا — وہ درد ہوں میں۔ ہے دل کو جسکا چسکا

وہ صبر ہوں سہتا ہوں زمانے کے الم ۶۸ — وہ شکر۔ کہ ہر وقت ہوں راضی برضا

ما کشتۂ عشقیم و جہاں مسلخ ماست — ما بیخور و خوابیم و جہاں مطبخ ماست

ما را نبود ہوائے فردوس ازانکہ ۶۹ — آں چہرۂ آتشین او۔ دوزخ ماست

ہیں کشتۂ عشق ہم ہے مقتل دنیا — مطبخ ہے جہاں۔ کہاں کا۔ کھانا پینا

بیکار ہے جنت۔ کہ ہماری دوزخ ۶۹ — ہے یار کا وہ سرخ بھبوکا چہرا

دل چیست کہ گویم از برائے غم تُست — یا آنکہ حریم من سرائے غم تُست

لطفے است کہ میکند غمت با دلِ من ۷۰ — ورنہ دل تنگ من چہ جائے غم تُست

دل اور ترا غم۔ کہنا یہ میرا باطل — کب ہے۔ یہ مکان تیرے غم کی منزل

احسان ہے غم کا بھی یہ دل پر۔ ورنہ ۷۰ — کب ہے دل تنگ تیرے غم کے قابل

از کفر سر زلف وے ایماں می ریخت — وز نوش لبش چشمۂ حیواں می ریخت

چوں کبک خراماندہ۔ بصد رعنائی ۷۱ — می رفت و ز سر تا قدمش جاں می ریخت

اُس کفر نما زلف سے ایماں نکلا — اور آب حیات اُس لب شیریں سے بہا

جب کبک کی مانند چلا ناز سے وہ ۷۱ — معلوم ہوا جان جہاں از سر تا پا

راہیست زکعبہ تا بمقصد پیوست — از جانب میخانہ رہ دیگر ہست
۶۲
اما رہ میخانہ ز آبادانی — راہیست کہ کاسہ میرود دست بدست

کعبے سے بھی مقصود کا اک ہے رستہ — میخانہ کی سمت سے بھی ممکن جانا
۶۲
لیکن رہ میخانہ ہے آباد بہت — اس راہ میں سر کے بل ہی چلنا ہوگا

عاشق نتواند نفسے بے غم زیست — بے یار و دیار اگر بود خود غم نیست
۶۳
خوش آنکہ بیک کرشمہ جاں کرد نثار — ہجران و وصال را ندانست کہ چیست

بے غم نہیں رہتا عاشق اک دم زندہ — بے یار و دیار وہ اگر ہو غم کیا
۶۳
اچھا ہے وہ جو دادئے جاناں پہ مرا — کیا ہجر ہے کیا وصل نہ جس نے جانا

آنی کہ ز جانم آرزوئے تو نرفت — از دل ہوس روئے نکوئے تو نرفت
۶۴
از کوئے تو ہر کہ رفت دل را بگذاشت — کس با دل خویشتن ز کوئے تو نرفت

تو وہ ہے کہ جان تجھ پہ سو جاں سے فدا — ہے دل کو ہوس کہ: تجھے روئے زیبا
۶۴
دل کھو گیا جو آیا گلی میں تیری — کوچے سے ترے دل کوئی لے کر نہ گیا

یار آمد و گفت خستہ میدار دلت — دائم بامید بستہ میدار دلت
۶۵
ما را بشکستگاں نظرہا باشد — ما را خواہی شکستہ میدار دلت

یار آیا کہا کہ دل کو خستہ رکھ تو — امید سے اپنے دل کو بستہ رکھ تو
۶۵
ہیں مورد لطف دل شکستہ جو ہیں — گر چاہے ہمیں تو دل شکستہ رکھ تو

ما با دل زغمت شکستہ داریم اے دوست — از غیر تو دیدہ بستہ داریم اے دوست

۶۶

گفتی کہ بدل شکستگاں نزدیکم — ما نیز دل شکستہ داریم اے دوست

دل غم سے ہے غمگین ہمارا اے دوست — غیروں سے علاقہ بھی نہ رکھا اے دوست

۶۶

ہے قول ترا کہ عاجزوں سے ہوں قریب — کر رحم کہ ہم بہت ہیں خستہ اے دوست

بر راہ تو بہر روش کہ پویند خوش است — کوئے تو بہر جہت کہ جویند خوش است

۶۷

روئے تو بہر دیدہ کہ بینند نکو است — ذکر تو بہر صفت کہ جویند خوش است

رہ میں تری جس طور سے دوڑیں بہتر — کوچہ ترا جس سمت بھی ڈھونڈیں بہتر

۶۷

اچھا ہے ۔۔ وہ جسطرح بھی تجکو دیکھیں — جس رنگ میں ۔ تو تجھ سے لگائیں بہتر

عشق آمد و خاک محنتم بر سر ریخت — زاں برق بلا بخرمنم اخگر ریخت

۶۸

خوں در دل و ریشہ تنم سوخت چناں — کز دیدہ بجائے اشک خاکستر ریخت

الفت میں پہاڑ غم کا مجھ پر ٹوٹا — اس برق بلا نے میرا خرمن پھونکا

۶۸

دل کیسا کہ رگ رگ میں جلا خون ایسا — آنکھوں سے ہر اشک راکھ بن کر نکلا

اے دوست اے دوست اے دوست اے دوست — جور تو از آں کشم کہ روئے تو نکوست

۶۹

مردم گویند بہشت خواہی یا دوست — اے بیخبراں بہشت با دوست نکوست

اے یار ۔ اے یار ۔ اے یار ۔ اے یار — سہتا ہوں جفا کہ تو ہے خوش رو دلدار

۶۹

سب کہتے ہیں مجھ سے خلد چاہی کہ حبیب — اے بے خبرو یار بغیر جنت بے کار

پرسید ز من کسے کہ جانانِ تو کیست
گفتم کہ فلاں کس است مقصودِ تو چیست

۸۰

بنشست بہائے ہائے بر من بگریست
کز دستِ چنیں کسے چسان خواہد زیست

پوچھا یہ کسی نے۔ کون ہے؟ یار ترا
نام اسکا بتا کے میں نے مقصد پوچھا

۸۰

حالت پہ مری اُس نے کہا۔ یہ رو کر
کیونکر ترا اُس شخص سے جینا ہوگا

عصیانِ خلائق ارچہ صحرا صحرا است
در پیشِ عنایتِ تو یک برگ گیا ست

۸۱

ہر چند گناہ ماست۔ کشتی کشتی
غم نیست کہ رحمتِ تو دریا دریاست

بندوں کے گناہ ہیں جو صحرا صحرا
تیری نظرِ لطف میں ہیں اک تنکا

۸۱

عصیاں ہیں ہمارے گرچہ کشتی کشتی
غم کیا۔ تری رحمت بھی ہے دریا دریا

چوں حاصلِ عمرِ تو فریبے و دمے است
زو داد مکن گرت بہر دم ستمے است

۸۲

مغرور مشو بجود کہ اصلِ من و تو
گردے و شرارے و نسیمے و نمے است

ہے جبکہ تری عمر کا حاصل دھوکا
فریاد نہ کر۔ تجھپہ جو ہر دم ہو جفا

۸۲

مغرور نہ ہو۔ کہ اصل میری۔ تیری
ہے آتش و آب و خاک اور ہوا

از گل طبقے نہادہ کیں روئے من است
وز مشک خطے کشیدہ کیں موئے من است

۸۳

صد نافہ بباد دادہ کیں بوئے من است
آتش بجہاں در زدہ کیں خوئے من است

پیدا کیا گل۔ کہا۔ ہے میرا چہرا
خط مشک سے کھینچا کہ یہ اک بال مرا

۸۳

سو نافۂ مشکیں کو کہا بو اپنی
عالم میں جلا عشق میں۔ خو تھی گویا

دائم نہ لوائے عشرت افراشتنی است
پیوستہ نہ تخم خرمی کاشتنی است
این داشتنیہا ہمہ بگذاشتنی است ۸۴
جز روز روئے کہ نگہداشتنی است

یہ عیش کی گھڑیاں نہ رہینگی یکسر
یہ ذوقِ سرور۔ و لُطف جائے گا گذر
ہیں قابل ترک یہ بکھیڑے سارے ۸۴
بس وہ رُخِ روشن ہی ہے پیشِ نظر

از بارِ گنہ شد تنِ مسکینم پست
یارب چہ شود اگر مرا گیری دست
گر در عملم آنچہ ترا شاید نیست ۸۵
اندر کرمت۔ آنچہ مرا باید ہست

ہے یہ تن زار بارِ عصیاں سے دبا
جب تو نہو دستگیر۔ ہو کون بھلا
گو میرے عمل میں نہیں تیرا کچھ بھی ۸۵
لیکن تری بخشش میں ہے سب کچھ میرا

ایزد کہ جہاں بقبضۂ قدرتِ اوست
داداست ترا دو چیز کاں ہر دو نکوست
ہم سیرتِ آنکہ دوست داری ہمہ کس ۸۶
ہم صورتِ آنکہ دوست دارد ہمہ کس

خالق نے کہ ہے جہاں پہ جس کا قبضا
دی ہیں تجھے دو چیزیں نہایت عمدا
سیرت۔ کہ ہراک کو دوست رکھتا ہے تو ۸۶
صورت۔ کہ ہر ایک شخص ہے دوست ترا

شیریں دہنے کہ از لبت جاں میریخت
کفرش ز سرِ زلف پریشاں می ریخت
گر شیخ بکفر زلف او رہ می برد ۸۷
خاک رہ بت بر سرِ ایماں می ریخت

شیریں دہن ایسا کہ ہیں لب آبحیات
کفر اُس کی سر زلف سے پھیلے دن رات
گر زلف کا اُس کی کفر پالیتا شیخ ۸۷
پھر کرتا نہ جز کفر وہ ایمان کی بات

آں آتشِ سوزندہ کہ عشقش لقب است
در پیکرِ کفر و دیں چو سوزندہ تب است

ایماں دگر و کیشِ محبت دگر است ۸۸
پیغمبرِ عشق۔ نہ عجم نہ عرب است

وہ آتشِ سوزندہ کہ ہے عشق لقب
تپ ہے کہ جلایا کفر و ایماں بیڈھب

ہیں طورِ محبت اور۔ ایماں ہے اور ۸۸
پیغمبرِ عشق ہے عجم کا نہ عرب

درعالم اگر فلک اگر ماہ و خور است
از بادۂ ہستی تو پیمانہ خور است

فارغ ز جہانی و جہاں غیرِ تو نیست ۸۹
بیروں ز مکانی و مکاں از تو پر است

عالم میں مہ و مہر و فلک نے ہے پیا
پیمانہ تری بادۂ ہستی کا ۔ خدا

فارغ ہے جہاں سے اور جہاں غیر نہیں ۸۹
باہر ہے مکاں سے تو ۔ مکاں تجھ سے بھرا

نردے است جہاں کہ بردنش باختن است
نرّادی او ز نقش کم ساختن است

دنیا بمثالِ کعبتین نرد است ۹۰
بردا شتنش برائے انداختن است

وہ نرد ہے دنیا کہ جو جیتا ۔ ہارا
جس نے کیا نقش کم۔ وہ ماہر ہے بڑا

ہے نرد کی کعبتین۔ دنیا۔ گویا ۹۰
ہے پھینکنے کے لئے اٹھانا اُس کا

دردا کہ دریں سوز و گدازم کس نیست
ہمراہ دریں راہِ درازم کس نیست

در قعرِ دلم جواہر راز بسے است
اما چہ کنم محرمِ رازم کس نیست

ہے حالتِ سوز میں ۔ نہ ہمراز کوئی
ہے راہ دراز میں۔ نہ کوئی ساتھی

پنہاں قلب میں جواہر ہیں بھرے
ہمدم نہیں کوئی۔ کس سے کہیئے دل کی

ہاں تا تو نہ بندی ہمراعاتش پشت کو باگل نرم پرورد خار درشت

۹۲

ہاں تانشوی غرہ بدریائے کرم کو برلب بحر تشنہ بسیار بکشت

تو اُس کے کرم پہ ہرگز اتنا تو نہ پھول ہیں خار بھی۔ لیکن ہیں جہاں بنتا ہیں پھول

دریائے کرم پہ کر۔ نہ غرہ۔ ہرگز ۹۲ پیاسا بھی وہ مارتا ہے دریا پہ نہ بھول

اے خالق خلق رہنمائے بفرست وے رازق رزق درکشائے بفرست

۹۳

کارِ من بیچارہ گرہ درگرہ است رحمے بکن و گرہ کشائے بفرست

اے خالق خلق۔ رہنما بھیج کوئی اے رازق رزق۔ درکشا بھیج کوئی

کر رحم۔ کہ مشکل ہوئے ہیں کام مرے ۹۳ کام آئے مرے۔ مرد خدا۔ بھیج کوئی

دنیا بجوے و فاندارد اے دوست ہر لحظہ ہزار مغز سرگشتۂ اوست

۹۴

می داں کہ خدائے دشمنش می دارد گر دشمن حق نئی چرا داری دوست

دنیا میں نہیں ہے ایک تل بھر بھی وفا ہیں ایسے ہزاروں جن سے کی اس نے دغا

یہ جان ہے مبغوضۂ حق ہے۔ دنیا ۹۴ دنیا سے لگاتا نہیں دل۔ مرد خدا

گردوں کمرے ز عمر فرسودۂ ماست دریا اثرے ز اشک آلودۂ ماست

۹۵

دوزخ شررے ز رنج بیہودۂ ماست فردوس دمے ز وقت آسودۂ ماست

گردوں کا ہے خم ہماری پیری کی کمر اشکوں کی نمی کا گویا دریا ہے اثر

دوزخ ہے شرر ہمارے رنج وغم کا ۹۵ جنت ہے۔ وہ آرام۔ جو پایا دم بھر

دی گیسوئے عنبرین عنبر سایت   ازطرف بناگوش سمن سیمایت
۹۶
افتادہ بپائے تو بزاری میگفت   سرتاپایم فدائے سرتاپایت

کل زلف معنبر نے مرے ماہ لقا   چھو کر تری نرم یاسمینی گُدیا
۹۶
قدموں پہ ترے گر کے بصد عجز کہا   سرتا بقدم تیرے سراپا پہ فدا

از کار کسے قرار می باید ۔ ہست   ویں یار کہ در کنار می باید ہست
۹۷
ہجرے کہ بہیچ کار می باید ۔ ہست   وصلے کہ چو جاں بکار می باید ہست

اغیار کے کاموں سے ہے مجکو فرصت   آغوش میں ہے مری ۔ مرا مہ طلعت
۹۷
کیا کام مجھے ہجر سے ؟ بے کار ہے وہ   ہے وصل سے حاصل مجھے ہر دم فرحت

گبریست دریں دلم کہ پنہانی نیست   برداشتن سرم بآسانی نیست
۹۸
ایمانش ہزار دفعہ تلقیں کردم   ایں کافر را سر مسلمانی نیست

ہے قوت واہمہ میں کافر ظاہر   ہم رفع خیال سے ہیں اُس کے قاصر
۹۸
ایمان کی ہزار میں نے تلقیں اُسے کی   ایماں نہیں لاتا وہ خودی کا ۔ کافر

آں روز کہ آتش محبت افروخت   عاشق روش عشق ز معشوق آموخت
۹۹
از جانب دوست سرزد ایں سوز و گداز   تا در نگرفت شمع پروانہ نسوخت

جب شعلۂ عشق اول اول بھڑکا   معشوق سے عاشق نے تعشق سیکھا
۹۹
ظاہر ہوا معشوق ہی سے سوز و گداز   جبتک نہ جلی شمع ۔ نہ پروانہ جلا

می رفتم و خون دل براہم میریخت دوزخ دوزخ شرر زآہم میریخت
می آمدم از شوق بر گلشن کون ۱۰۰ دامن دامن گل ازکنارم میریخت

بہتا تھا لہو دل کا۔ جو رہ میں نے چلی دوزخ ہوئی ہر آہ جو لب پر آئی
میں گلشن دنیا میں بصد شوق آیا ۱۰۰ گل گرتے تھے جھولی سے بکثرت میری

از بادِ صبا دلم چو بوئے تو گرفت بگذاشت مرا و جستجوئے تو گرفت
اکنوں زمنش ہیچ نمی آید یاد ۱۰۱ بوئے تو گرفتہ بود خوئے تو گرفت

بُو۔ بادِ صبا سے تری۔ جس دم پائی دل نے مجھے چھوڑا جستجو تیری کی
اب یاد بھی میری۔ نہیں آتی اُس کو ۱۰۱ حاصل ہوئی۔ بُو تیری۔ تو خو بھی تیری

ہر چند۔ آدمی ملک سیرت و خوست بدگر نبود بدشمن خود نیکو است
دیوانۂ دل نیست کیں عادت اوست ۱۰۲ کو دشمن جان خویش میدارد دوست

انساں ہے ملک سیرت و خصلت تاہم اچھا تو جبھی ہے کرے دشمن پہ کرم
میرے دلِ دیوانہ کو دیکھے کوئی ۱۰۲ یہ دشمن جاں پر اپنے دیتا ہے دم

دل طفلکِ خاک بیز غربال بدست میزد بدو دست و روئے خود را میخست
می گفت بہائے ہائے افسوس و دریغ ۱۰۳ ریگے بہ نیافتم و غربال شکست

لڑکے کی طرح دل بھی ہے غربال بدست غربال سے مار۔ چہرہ زخمی کیا سخت
کہتا تھا کہ ہائے ہائے افسوس و دریغ ۱۰۳ ہاتھ آیا نہ ریگ اور ہوئی غربال شکست

اندر ہمہ دشتِ خاوراں سنگے نیست کش با من و روزگارِ من جنگے نیست

۱۰۴

با لطف و نوازش و وصال تو مرا در دادن صد ہزار جاں ننگے نیست

پتھر بھی ہے دشت خاوراں میں کوئی ہے مجھ سے خلاف اور زمانے سے بھی

حاصل ہو۔ جو لطف وصل پھر ننگ نہیں ۱۰۴ قربان ہوں اگر ہزار جانیں میری

سرتا سر دشتِ خاوراں سنگے نیست کز خونِ دل و دیدہ بر و رنگے نیست

۱۰۵

در ہیچ زمین و ہیچ فرسنگے نیست کز دست غمت نشستہ دلتنگے نیست

جتنے بھی ہیں دشت خاوراں میں پتھر ہیں خون دل و دیدہ سے رنگیں اکثر

ہے کوئی زمین ایسی نہ ایسا فرسنگ ۱۰۵ بیٹھا ہو نہ غمدیدۂ الفت جسپر

تیرے زکمانخانۂ ابروئے تو جست دل بر تو وصل را خیالے می بست

۱۰۶

خوش خوش ز دلم گذشت و میگفت بناز ما پہلوئے چوں توئی نخواہیم نشست

ابرو سے کماندار یا ترے تیر چلا دل کو ترے وصل کا تصور تھا بندھا

کس ناز سے بولا پار دل کے ہوکر ۱۰۶ بیٹھوں گا نہ پہلو میں جو ہو تجھ جیسا

صد شکر کہ گلشن شفا گشت تنت صحت گل عیش ریخت در پیرہنت

۱۰۷

تپ را بغلط در تنت افتا دگذار منت کہ عرق شدہ چکید از بدنت

صد شکر کہ گلشن شفا جسم ہوا صحت نے گل عیش پیرہن میں ڈالا

تپ نے غلطی کی ترے تن میں آئی ۱۰۷ پھر بن کے پسینہ اُسے جانا ہی پڑا

پیہ درگاو است و گاؤ در کہسار است | ماہی سرشیمی بدریا بار است
بز در کوه است و یوز در بلغار | زه کردن ایں کماں بسے دشوار است ۱۰۸

کہسار میں گائے۔ گائے میں ہے چربی | جا کر رہی دریا میں سرشیم ماہی
بلغار میں چیتا ہے تو بز کوه میں ہے | زه کرنے میں اس کمان کے ہے دشواری ۱۰۸

آں یار کہ عہد دوستداری اشکست | میرفت و منش گرفتہ دامن در دست
میگفت کہ بازازاں بخواہم بینی | پنداشت کہ بعدازاں مرا خوابے ہست ۱۰۹

وہ یار کہ جسنے عہد یاری توڑا | جانے کو ہوا۔ تو میں نے دامن تھاما
بولا کہ ملینگے تجھ سے اب خواب میں ہم | کیا خوب۔ بغیر اُس کے مجھے خواب آیا ۱۰۹

مجنون تو کوہ را ز صحرا نشناخت | دیوانۂ عشق تو سر از پا نشناخت
ہر کس بہ تو رہ یافت ز خود گم گردید | آنکس کہ ترا شناخت خود را نشناخت ۱۱۰

مجنوں ترا سمجھا ایک کوہ و صحرا | دیوانۂ عشق کو ہیں یکساں سر و پا
خود گم ہوا۔ جسنے کہ تری راہ چلی | اپنے کو نہ جانا جسنے تجھکو جانا ۱۱۰

گر کار تو نیکوست بہ تدبیر تو نیست | ور نیز بد است ہم ز تقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیشہ کن و شاد بزی | چوں نیک و بد جہاں بہ تقدیر تو نیست ۱۱۱

تدبیر نہیں تیری جو ہے کام اچھا | تقصیر نہیں تیری اگر ہے وہ برا
راضی برضا رہ کے جہاں میں خوش جی | تقدیر سے تیری نہ برا کچھ نہ بھلا ۱۱۱

غازی کہ پئے شہادت اندر تگ پوست
غافل کہ شہید عشق فاضل تراز وست

فردائے قیامت او بدیں کے ماند ۱۱۲
آں کشتۂ دشمن است وایں کشتۂ دوست

غازی کو ہے جستجو شہادت کی مگر
غافل ہے کہ ہے شہید عشق فاضل تر

وہ حشر میں کب اُس کے برابر ہوگا ۱۱۲
وہ کشتۂ دشمن۔ یہ شہید دلبر

اے در تو عیانہا و نہانہا ہمہ ہیچ
پندار یقیں ہا و گماں ہا ہمہ ہیچ

از ذات تو مطلقاً نشاں نتواں داد ۱۱۳
کانجا کہ توئی بود نشاں ہا ہمہ ہیچ

نزدیک ترے ہیچ ہیں باطن ظاہر
ہے ہیچ گماں۔ اور یقیں بھی خاسر

ممکن نہیں ذات کا نشاں دے کوئی ۱۱۳
جس جا کہ ہے تو وہاں نشاں ہیں قاصر

اے با رخت انوار مہ و خور ہمہ ہیچ
با لعل تو سلسبیل و کوثر ہمہ ہیچ

بودم ہمہ بیں۔ چو تیز بیں شد چشمم ۱۱۴
دیدم کہ ہمہ توئی و دیگر ہمہ ہیچ

آگے ترے چہرے کے ہیں کیا شمس و قمر
بڑھ کر لب لعلیں سے نہ سلسبیل و کوثر

تھا میں ہمہ بیں۔ پھر جو نظر تیز ہوئی ۱۱۴
دیکھا ہمہ اوست۔ ہیچ باقی یکسر

رخسارہ من تازہ گل گلشن روح
نازک بود آں قدر کہ ہر شام و صبوح

نزدیک بدیدہ گر خیالش گذرد ۱۱۵
از سایۂ خار دیدہ گردد مجروح

رخسار مرا۔ تازہ گل گلشن روح
نازک ہے کچھ اتنا کہ اگر شام و صبوح

آنکھوں میں تصور بھی کسی وقت جو آئے ۱۱۵
سایہ سے بھی ہو خار مژہ کے مجروح

در وصل ز اندیشۂ دوری فریاد — در ہجر ز دردِ ناصبوری فریاد
افسوس ز محرومیِ دوری افسوس ۱۱۶ — فریاد ز دردِ ناصبوری فریاد

ہے وصل میں اندیشۂ دوری کا الم — اور ہجر میں دردِ ناصبوری کا غم
محرومیِ دیدار ہے۔ افسوس۔ جدا ۱۱۶ — اور کرتا ہے دردِ ناصبوری بیدم

دل از نظر تو جاودانی گردد — غم با الم تو شادمانی گردد
گر باد بہ دوزخ برد از کوئے تو خاک ۱۱۷ — آتش ہمہ آبِ زندگانی گردد

دل دید سے عمر جاودانی پائے — غم بھی ترے غم سے شادمانی پائے
دوزخ میں ہوا اڑا لے ترے کوچہ کی خاک ۱۱۷ — تو آگ بھی آبِ زندگانی پائے

طالع سرِ عافیت فروشی دارد — ہمت ہوسِ پلاس پوشی دارد
اینجا کہ بیک سوال بخشند دو کون ۱۱۸ — استغنایم سرِ خموشی دارد

طالع میں ہے اظہار عافیت کا میری — ہمت کو ہوس کروں فقط درویشی
یہ ہے وہ مقام ہوں عطا ہر دو جہاں ۱۱۸ — استغنائی کی شان ہے نہ مانگو کچھ بھی

این گیدیِ گبر از کجا پیدا شد — این صورتِ قبر از کجا پیدا شد
خورشیدِ مرا ز چشمِ من پنہاں کرد ۱۱۹ — این لکۂ ابر از کجا پیدا شد

پیدا یہ کہاں سے ہوا نالائق گبر — نکلی یہ کہاں سے سب بھلا صورتِ قبر
خورشید کو میرے اس نے پوشیدہ کیا ۱۱۹ — ظاہر ہوا کس سمت سے یہ لکۂ ابر

آں دشمن دوست بود- دیدی کہ چہ کرد تا اینکہ بغور او رسیدی کہ چہ کرد
می گفت ہماں کنم کہ خواہد دل تو ۱۲۰ دیدی کہ چہ میگفت و شنیدی کہ چہ کرد

وہ دشمن دوست تھا- کیا کیا دیکھا مطلب بھی نہ تو سمجھا تھا- کیا اُس نے کیا
کہتا تھا وہی کروں گا جو ہو مرضی ۱۲۰ کیا قول تھا- دیکھا؟ کیا کیا؟ تو نے سُنا؟

زاں خوبتری کہ کس خیالِ تو کند یا ہیچو منی فکرِ حالِ تو کند
شاید کہ با آفرینشِ خود نازد ۱۲۱ ایزد کہ تماشائے جمالِ تو کند

لوگوں کے خیال سے بھی تو ہے اچھا اُس فکر سے برتر- جو کرے مجھ جیسا
زیبا ہے کہ خالق تجھے پیدا کرکے ۱۲۱ خود ناز کرے حُسن جو دیکھے تیرا

عاشق کہ تواضع نماید چہ کند شبہا کہ بکوئے تو نیاید چہ کند
گر بوسہ دہد زلف ترا- رنجہ مشو ۱۲۲ دیوانہ کہ زنجیر نخاید- چہ کند

ہے عجز- فقط کام ترے عاشق کا یا شب کو تری گلی کا آنا جانا
ہرگز نہ بگڑ بوسہ جو وہ زلف کا لے ۱۲۲ زنجیر نہ جو چبائے دیوانہ کیا؟

مردانِ خدا ز خاکدانِ دگر اند مرغانِ ہوا ز آشیانِ دگر اند
منگر تو ازیں چشم بدیشاں کایشاں ۱۲۳ فارغ ز دو کون و در مکانِ دگر اند

ہیں اور ہی مٹی سے یہ مردانِ خدا ہیں اور ہی آشیاں کے مرغانِ ہوا
تو ان کو نہ دیکھ چشم ظاہر بیں سے ۱۲۳ فارغ دو جہاں سے مکان اور اُن کا

زاں پیش کہ طاقِ چرخِ اعلیٰ زدہ اند
ویں بارگہِ سپہر مینا زدہ اند
۱۲۴
ما در عدم آبادِ ازل خوش خفتہ
بے ما رقمِ عشقِ تو بر ما زدہ اند

جس دم کہ نہ تھا چرخ بلند و اعلیٰ
موجود نہ تھا جب یہ سپہرِ مینا
۱۲۴
تھے چین سے سوتے عدم آباد میں ہم
ہم خود نہ تھے۔ تھا عشق مقدر تیرا

اے بادِ بخاکِ مصطفایت سوگند
باراں بہ علی مرتضایت سوگند
۱۲۵
افتادہ بگریہ خلق بس کن بس کن
دریا بہ شہید کربلایت سوگند

خاکِ درِ مصطفیٰ کی اے ہوا تجکو قسم
ہے تجکو علی کی قسم اے مینہ اب تھم
۱۲۵
مخلوق خدا ہے نالاں بس کر بس کر
دریا! پئے شبیر ذرا تو لے دم

اوّل آنکہ دلم عشق نگارم بربود
ہمسایۂ من ز نالۂ من نہ غنود
۱۲۶
اکنوں کم شد چو نالہ دردم بفزود
آتش چو ہمہ گرفت کم گردد دود

جب دل مرا دلبر نے چرایا پہلے
سویا مرا ہمسایہ نہ نالوں سے مرے
۱۲۶
اب کم ہوئے نالے تو بڑھا دردِ دلی
کم ہوگا دھواں آگ جو پوری بھڑکے

اوّل رُخِ خود بما نبایست نمود
تا آتشِ ما جائے دگر گردد دود
۱۲۷
اکنوں کہ نمودی و ربودی دلِ ما
ناچار ترا دلبرِ ما باید بود

شکل اپنی تمہیں ہم کو دکھانی ہی نہ تھی
لو لگتی کہیں اور ہمارے دل کی
۱۲۷
دل لیگئے جب جلوہ دکھا کر ہم کو
دلبر نہیں ہو سکتا ہے اب اور کوئی

هرگز دلم از یاد تو غافل نشود — گر جان برود مهر تو از دل نرود
۱۲۸
افتاده ز روی تو در آئینهٔ دل — عکسی که بهیچ وجه زائل نشود

ہرگز نہیں دل یاد سے تیری غافل — مرجاؤں گا اور یاد کریگا تجھے دل
۱۲۸
آئینۂ دل میں ترے رخ کا۔ مہرو — وہ عکس پڑا ہے کہ نہ ہوگا زائل

پیرم ولے عشق چو دمساز آید — هنگام نشاط و طرب و ناز آید
۱۲۹
از زلف رسای او کمندے فگنیم — بر گردن عمر رفته تا باز آید

ہوں پیر۔ مگر عشق جو دمساز ہوا — وقت طرب و نشاط گویا آیا
۱۲۹
اُس زلف رسا کی ڈالیں گردن میں کمند — تا کہ پلٹ آئے عمر کا گذشتہ حصہ

در باغ روم کوئے توام یاد آید — بر گل نگرم روئے توام یاد آید
۱۳۰
در سایهٔ سرو اگر دمے بنشینیم — سرو قد دلجوئے توام یاد آید

گلشن میں مجھے تیری گلی یاد آئے — گل دیکھ کے شکل چاند سی یاد آئے
۱۳۰
بیٹھوں جو کبھی سرو کے سایہ میں ذرا — قد تیرا مجھے سرو سہی یاد آئے

من صرفه بردم که بر صف اعدا زد — مشتے خاشاک لطمه بر دریا زد
۱۳۱
ما تیغ برهنه ایم در دستِ قضا — شد کشته هر آنکه خویش را بر ما زد

نقصان نہ ہوا۔ جو مجھ پر اعدا ٹوٹے — بہہ جائیں۔ جو دریا کو دیں تھپیڑا تنکے
۱۳۱
میں دستِ قضا میں ہوں برہنہ تلوار — خود کشتہ ہو جو میرے مقابل آئے

دلبر دل خستہ رائگاں می خواہد | بفر ستم گردشش چناں می خواہد
وانگہ بنظارۂ دیدہ ہبرہ بنہم | تا مژدہ کہ آورد کہ جاں می خواہد ۱۳۲

دل چاہتا ہے مفت ہمارا ۔ دلبر | بھیجونگا اُسے دل یہی خواہش ہے اگر
آنکھوں کو بچھا دونگا پھر اُسکی رہ میں | جو جاں طلبی کا آئے مژدہ لے کر ۱۳۲

اے خواجہ ز فکرِ گور غم می باید | اندر دل و دیدہ سوز و غم می باید
صد وقت برائے کارِ دنیا داری | یک وقت بفکرِ گور ہم می باید ۱۳۳

اے خواجہ غم قبر کی ہے ۔ فکر اچھی | دل میں ہو اگر سوز تو آنکھوں میں تری
سو وقت ہیں وقف کار دنیا کے لئے | کر فکر غم قبر بھی تو ایک گھڑی ۱۳۳

حوراں بنظارۂ نگارم صف زد | رضواں ز تعجب خود بر کف زد
آں خالِ سیہ برآں رخان مطرف زد | ابدال ز بیم چنگ در مصحف زد ۱۳۴

صف بستہ ہیں حوریں پئے نظارۂ یار | رضواں بھی ہے ششدر، وہ ہے پیر اولا
وہ خالِ سیہ دیکھ کے اُس کے رُخ پر | ابدال نے قرآن کو گلے کا کیا ہار ۱۳۴

جائیکہ تو باشی اثرِ غم نبود | آنجا کہ نباشی دل خورّم نبود
آں را کہ ز فرقتِ تو یک دم نبود | شادیش ز زمین آسماں کم نبود ۱۳۵

ہو جس جگہ تو ۔ وہاں پھٹکتا نہیں غم | جس جا نہو ۔ تو ۔ دل نہیں ہوتا خرّم
پھر جس سے کہ تو جدا نہ ہو دم بھر بھی | ہو ہر دو جہاں میں نہ خوشی اُسکی کم ۱۳۵

انواعِ عطا گرچہ خدا می بخشد ہر اسم عطیۂ جدا می بخشد

در ہر آنے حقیقت عالم را ۱۳۶ یک اسم فنا یکے بقا می بخشد

ہر قسم کی کرتا ہے عطا گرچہ خدا معطی ہے مگر جدا ہر اک اسم اُس کا

عالم کی حقیقت کو ہر اک دم ہر آن ۱۳۶ ایک اسم فنا دیتا ہے ایک اسم بقا

یارم ہم نیش بر سر نیش زند گویم کہ مزن ستیزہ سا بیش زند

چوں در دلِ من مقام دارد شب و روز ۱۳۷ می ترسم از آنکہ نیش بر خویش زند

جب چڑ کے یہ چڑکے مجکو دیتا ہے یار رد کوں تو وہ پھر کرتا ہے تیزی ہر بار

رہتا ہے شب و روز یہی اس دل میں ۱۳۷ چل جائے خود اُس پر ہی نہ اُسکا کوئی وار

ہر چند کہ جاں عارف آگاہ بود کے در حرمِ قدسِ تو اش راہ بود

دستِ ہمہ اہلِ کشف و اربابِ شہود ۱۳۸ از دامنِ ادراکِ تو کوتاہ بود

ہر چند کہ عارف نے تجھے پہچانا مشکل حرمِ قدس میں ہے رہ پانا

اربابِ شہود و کشف نے بھی آخر ۱۳۸ جانا تو یہ جانا کہ نہ تجکو جانا

دل خستہ و سینہ چاک می باید شد وز ہستیٔ خویش پاک می باید شد

آں بہ کہ بخود پاک شویم اوّل کار ۱۳۹ چوں آخر کار خاک می باید شد

دل خستہ و سینہ چاک رہنا اچھا لازم ہے خودی کا بھی مٹانا جھگڑا

بہتر ہے کہ موتوا قبل ان تموتوا ہو جائیں ۱۳۹ آخر میں ہے جب خاک ہی ہونا ہم کو

عاشق چو شوی تیغ بسر باید خورد　　زہرے کہ رسد ہمچو شکر باید خورد
ہر چند ترا بر جگر آبے نہ بود　　دریا دریا خونِ جگر باید خورد ۱۴۰

عاشق کو تو ہے زیبا کہ وہ بسمل ہی رہے　　گر زہر ملے تو اس کو شکر سمجھے
ہر چند جگر میں نہ رہے تیرے تری　　پینا ہے تجھے خونِ جگر کثرت سے ۱۴۰

نقاش اگر ز موئے پرکار کند　　نقشِ دہنِ تنگِ تو دشوار کند
آں تنگی و نازکی کہ دارد دہنت　　ترسم کہ نفس لبِ تو افگار کند ۱۴۱

نقاش اگر بال کا پرکار بنائے　　نقشِ دہنِ تنگ ہے دشوار کہ آئے
مُنہ تیرا ہے تنگ و نازک اتنا اے شوخ　　ڈرتا ہوں کہ لب تک کہیں دم ڈرسے نہ جائے ۱۴۱

بر کوئے تو ہر کرا سر و کار افتد　　از سجدۂ دیر و کعبہ بیزار افتد
گر زلفِ تو در کعبہ فشاند دامن　　اسلام بدست و پائے زنار افتد ۱۴۲

کوچے سے ترے جس کو سروکار ہوا　　وہ دیر و حرم کو نہیں کرتا سجدہ
تو زلف کو کعبہ میں جو جا کر جھٹکے　　اسلام بھی زنار سے جوڑے رشتہ ۱۴۲

آں را کہ حدیثِ عشق در دل گردد　　باید کہ ز تیغِ عشق بسمل گردد
از خاک طپاں طپاں رخ آغشتہ بخوں　　برخیزد و گرد سرِ قاتل گردد ۱۴۳

باتوں سے تعشق کی بھرا ہو جو دل　　شمشیرِ محبت سے وہ ہو کر گھائل
مٹی میں تڑپتا ہوا آلودہ بخوں　　ہو جائے بصد شوق فدائے قاتل ۱۴۳

درویشاں ند ہرچہ ہست الیشانند در صفۂ یار در صفِ پیشانند

خواہی کہ مس وجود زر گردانی ۱۴۴ باایشاں باش کیمیا ایشانند

سرمایۂ عالم ہیں خدا کے بندے ہیں یار کے دربار میں سب سے آگے

تو چاہے مس وجود تیرا زر ہو ۱۴۴ یہ لوگ ہیں کیمیا۔ ملا کر ان سے

زاں نالہ کہ در بستر غم دوشم بود غمہائے جہاں جملہ فراموشم بود

یاراں ہمہ دردِ من شنیدند ولے ۱۴۵ یارے کہ در دکرد اثر گوشم بود

کل بستر غم پہ میں نے جو نالہ کیا غم جتنے بھی تھے جہاں کے سب کو بھولا

احباب نے بھی درد کی حالت دیکھی ۱۴۵ تھا کان مرا دوست اثر جیسے ہوا

آورد صبا گلے ز گلزارِ امید یا روحِ قدس شہپرے افگند سفید

یا کرد صبا شق ورقے از خورشید ۱۴۶ یا نامۂ یار راست کہ آورد نوید

گل گلشنِ امید کا یا لائی صبا جبریل نے یا سفید شہپر پھینکا

خورشید کا یا پھاڑا فضا نے ہے ورق ۱۴۶ یا نامۂ یار ہے جو لایا مژدہ

دی وقت سماع بوئے دلدار برد مارا بسرا پردۂ اسرار برد

ایں زمزمہ مرکب مر روح تراست ۱۴۷ بر دارد و خوش بعالمِ یار برد

کل وقت سماع آئی بوئے دلدار مجھ پر ہوئے اسرارِ الٰہی اظہار

یہ زمزمہ ہے روح کا تیری مرکب ۱۴۷ لیجاتا ہے جو تجھکو اڑا کر سوئے یار

اے رہ زحسد زپیش بیروں نشود خود بیناں را معرفت افزوں نشود
آں فقر کہ مصطفےٰ براں فخر آورد ۱۴۸ آنجا نرسی تا جگرت خوں نشود

جب تک کہ رہ حسد ہے پیش نظر خود بیں کو ملے معرفت حق کیونکر
جس فقر پہ فخر مصطفےٰ نے ہے کیا ۱۴۸ ملتا نہیں جب تک نہ بہے خونِ جگر

دل صافی کن کہ حق بدل می نگرد دلہائے پراگندہ بیک جو نخرد
۱۴۹
اے ہر کہ کند صاف دل از بہر خدا گوئے ز ہمہ مردم عالم ببرد

دل دیکھتا ہے خدا صفائی کرلے جو دل ہیں پریشان نہیں کوڑی کے
جو تصفیۂ قلب کرے بہر خدا ۱۴۹ دنیا میں وہی لیگیا سبقت سب سے

در سلسلۂ عشق تو جاں خواہم داد در عشق تو ترک خانماں خواہم داد
۱۵۰
روزے کہ ترا ببینم اے عمر عزیز آں روز یقیں بداں کہ جاں خواہم داد

میں سلسلۂ عشق میں مرجاؤنگا برباد کروں گا خانماں بھی اپنا
جس روز مری جاں تجھے دیکھونگا ۱۵۰ یہ جان لے ہوجاؤنگا سو جاں سے فدا

رفتم بہ کلیسائے ترسا و یہود ترسا و یہود جملگی رو بتو بود
۱۵۱
بر یاد وصال تو بہ بت خانہ شدم تسبیح بتاں زمزمۂ عشق تو بود

ترسا و یہود کے کلیسا میں گیا منہ سب کے تری طرف تھے میں نے دیکھا
پھر یادِ وصال میں گیا جو بت خانے کو ۱۵۱ تسبیح بتوں کی تھی ترانہ تیرا

گر عشق دل مرا۔ خریدار افتد کارے بکنم کہ پردہ از کار افتد

۱۵۲

سجادۂ پرہیز چناں افشانم کز ہر تارے ہزار زنّار افتد

گر عشق مرے دل کا خریدار بنے وہ کام کروں راز ہوں افشا سارے

تقوے کو مصلّے کے میں ایسا پٹکوں ۱۵۲ زنار ہر اک تار سے جس کے نکلے

آں رشتہ کہ بر لعل لبت سودہ شود وز نوش دہانِ تنگ آلودہ شود

۱۵۳

خواہم کہ بدیں سینۂ چاکم دوزی شاید کہ ز غمہائے تو آسودہ شود

تیرے لب لعلیں سے جو رشتہ ہو گھسا نوشِ دہنِ تنگ سے ہو آلودہ

اُس رشتے سے تو چاک مرے سینہ کی سی ۱۵۳ اس رشتے سے شاید گھٹے کچھ غم میرا

گر عدل کنی بر تو جہانت خوانند ور ظلم کنی سگِ عوانت خوانند

۱۵۴

بچشمِ خردت باز کن و نیک ببیں تا زیں دو کدام بہ کہ آنت خوانند

گر عدل کرے خیر جہاں تجکو کہیں گر ظلم کرے تو فوجی کُتّا سمجیں

لے کام ذرا عقل سے تو غور تو کر ۱۵۴ ان دونوں میں کونسا لقب تجکو دیں

آنہا کہ ز معبود خبر یافتہ اند از جملہ کائنات سر تافتہ اند

۱۵۵

دریوزہ ہمی کنند مرداں ز نظر مرداں ہمہ از قرب نظر یافتہ اند

معبود حقیقی کو جنھوں نے پایا عالم سے اُنھوں نے مُنہ کو اپنے موڑا

طالب ہیں مشاہدے کے مردانِ خدا ۱۵۵ سب کچھ اُنھیں اس قرب نظر سے ہی ملا

از در گہ نقش کوہ و ہاموں بستند — ترکیب سہی قدان موزوں بستند

۱۵۶

پا بستہ بزنجیر جنوں من بودم — مردم سخنے بپائے مجنوں بستند

ہیں عکس تجلی سے یہ کوہ و صحرا — قد سہی معشوقوں کا اس سے ہی بنا

۱۵۶

پا بستۂ زنجیر جنوں تو میں تھا — اور قیس سے منسوب اسے لوگوں نے کیا

تا مرد بہ تیغ عشق بے سر نشود — اندر رہ عشق و عاشقی سر نشود

۱۵۷

ہم یار طلب کنی و ہم سر خواہی — آرے خواہی ولے میسر نشود

شمشیر محبت سے نہو۔ جو۔ بے سر — معشوقی و عاشقی کا میدان نہو سر

۱۵۷

سر بھی رہے اور یار بھی آغوش میں آئے — بے سر دی خواہش ہو میسر کیونکر

صوفی بسماع سر ازاں افشاند — تا آتش خویشتن دمے بنشاند

۱۵۸

عاقل داند کہ دایہ گہوارۂ طفل — از بہر سکون طفل می جنباند

یوں جھومتا ہے سماع سنکر صوفی — تا کہ ہو ذرا آتش الفت ٹھنڈی

۱۵۸

عاقل پہ یہ روشن ہے کہ تسکیں کے لیئے — لڑکے کو جھلاتی ہے کھلائی اس کی

گفتی کہ شب آیم ارچہ بیگاہ شود — شاید کہ زبان خلق کوتاہ شود

برخفتہ کجا نہاں توانی کردن — کز بوئے خوشت تو مردہ آگاہ شود

تم کہتے ہو میں رات گئے۔ آؤں گا — سو جائینگے سب تو پھر نہ ہوگا چرچا

خوشبو سے تمہاری جب ہوں مردے آگاہ — سوتے ہوئے پہچان نہ لینگے تمہیں کیا؟

بخشائے بر آنکہ خبر از یارش نبود جز خوردنِ اندوہ تو کارش نبود

۱۶۰
در عشق بالیقیں نباشد کہ وے ہم با تو و ہم بے تو قرارش نبود

جس کو ہو شب و روز فقط تیرا ہی غم جس کا نہ کوئی یار ہو کر اُس پہ کرم
۱۶۰
بے بہرہ ہے عشق سے یقیناً وہ شخص جس کو نہ قرار ہو بہر حال اک دم

گویند کہ محتسب گمانے نبرد ایں پردۂ تو پیشِ جہانے ندرد

۱۶۱
گویم کہ ازیں شراب اگر محتسب آ دریا بد قطرۂ۔ بجانے بخرد

سب کہتے ہیں محتسب نے گر جان لیا ہو جائیگا فاش راز مے نوشی کا
۱۶۱
میں کہتا ہوں۔اس مئے کی حقیقت پا کہ حاصل وہ کریگا۔ جان دے کر قطرا

شب خیز کہ عاشقاں بشب راز کنند گردِ در و بام دوست پرواز کنند

۱۶۲
ہر جا کہ درے بود بشب بر بندند الا درِ دوست را کہ شب باز کنند

بیدار ہو۔ وقت راز عشاق ہے شب گردِ در و بام یار۔ اُڑتے ہیں سب
۱۶۲
سب کرتے ہیں بند۔ شب میں دروازوں کو لیکن درِ یار۔ بند کرتے ہیں کب

از شبنم عشق خاکِ آدم گل شد شورے برخاست فتنہ و حاصل شد

۱۶۳
سر نشتر عشق بر رگِ روح رسید یک قطرۂ خوں چکید و نامش دل شد

گوندھا گیا عشق سے خمیر آدم کا فتنہ ہو گیا جوش جس دم اُس میں آیا
۱۶۳
جب روح کی رگ میں نشتر عشق لگا وہ دل ہوا جو اُس سے کہ قطرہ ٹپکا

در عشق تو گاہ بت پرستم گویند گہ رند و خراباتی و مستم گویند
اینہا ہمہ از بہر شکستم گویند ۱۶۴ من شادم ازانکہ ہرچہ ہستم گویند

سب کہتے ہیں بت پرست الفت میں تری یا رند خراباتی کبھی۔ مست کبھی
سب کچھ ہے یہ اسلیئے کہ ہو مجکو شکست ۱۶۴ میں جیسا ہوں کہتے ہیں خوشی ہے اسکی

نے دیدہ بود کہ جستجوئش نکند نے کام و زباں کہ گفتگوئش نکند
ہر دل کہ درو بوئے وفائے نکند ۱۶۵ گر پیش سگ افگنند بوئش نکند

وہ آنکھ نہیں جسے نہ جستجو ہو اس کی بیکار زباں نہ جسپہ گفتگو ہے اس کی
وہ دل کہ نہ ہو بوئے وفا کچھ اس میں ۱۶۵ کتے کو بھی مرغوب نہ بو ہو اس کی

آسان گل باغ مدعا نتواں چید بے سرزنش خار جفا نتواں چید
بشگفتہ گل مراد بر شاخ امید ۱۶۶ تا سر نہی بزیر پا نتواں چید

گلچینی باغ مدعا ہے دشوار ممکن نہیں جبتک نہ جفا کے چبھیں خار
ہر شاخ امید میں ہیں گلہائے مراد ۱۶۶ پامال نہ ہو سر۔ نہ ملے گل زنہار

آں روز کہ نور بر ثریا بستند ویں منطقہ بر میان جوزا بستند
در کتم عدم۔ لسان آتش بر شمع ۱۶۷ عشقت بہزار رشتہ بر ما بستند

جس دن کہ ثریا کو عطا نور کیا جوزا کی کمر میں تونے باندھا پٹکا
پردے میں عدم کے مثل آتش بر شمع ۱۶۷ سو رشتوں سے عشق اپنا ہم پر باندھا

در دوزخم ار زلفِ تو در چنگ آید | از حالِ بہشتیاں مرا ننگ آید
گر بے تو بصحرائے بہشتم خوانند | صحرائے بہشت در دلم تنگ آید ۱۶۸

دوزخ میں تری زلف جو ہاتھ آئے مجھے | میں سمجھوں کہ جنتی بُرے ہیں مجھ سے
صحرائے بہشت میں جو بے تیرے بلائیں | وہ تنگ ہو معلوم بہت دل میں مرے ۱۶۸

در مدرسہ اسبابِ عمل می بخشند | در میکدہ لذتِ ازل می بخشند
آنجا کہ بنائے خانۂ رندان است | سرمایۂ ایماں بہ بُتل می بخشند ۱۶۹

ہوں مدرسہ میں عمل کے اسباب عطا | اور میکدہ لذاتِ ازل کی ہے جا
رندوں کے گھروں کی جس جگہ ہے بنیاد | ایمان وہاں۔ راہ چلتے دیتا ہے خدا ۱۶۹

ہوشم نہ ہوا نقان و خویشاں بُروند | ایں کجکلہاں ہوئے پریشاں بُروند
گویند چرا تو دل بدیشاں دادی | واللہ کہ من ندادم ایشاں بُروند ۱۷۰

کب خویش و احباب نے ہوش لوٹے میرے | اللہ اُڑا لے گئے زلفوں والے
سب کہتے ہیں کیوں اُنکو دیا تونے دل | وہ لیگئے واللہ۔ دیا کب میں نے ۱۷۰

عاشق ہمہ دم فکرِ غمِ دوست کند | معشوق کرشمہ کہ نیکوست کند
ما جرم و گنہ کنیم او لطف و کرم | ہر کس چیزے کہ لائق اوست کند ۱۷۱

عاشق کو شب و روز ہے فکرِ غمِ یار | معشوقوں کا ہے کام کرشمہ ہر بار
ہم جرم و گنہ کرتے ہیں وہ لطف و کرم | ہر شخص وہی کرتا ہے جو جسکا ہے کار ۱۷۱

از لطفِ تو ہیچ بندہ نومید نشد مقبولِ تو جز مقبلِ جاوید نشد
مہرت بکدام ذرہ پیوست دمے کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نشد ۱۷۲

مایوس نہیں لطف سے تیرے بندہ مقبول ترا مقبلِ جاوید ہوا
جس ذرہ پہ تیری نظرِ مہر ہوئی ۱۷۲ وہ ذرہ ہزار بار سورج سے بڑھا

شادم بدمے کز آرزویت گذرد خوش دل بحدیثے کہ ز رویت گذرد
نازم بدو چشمے کہ بسویت گذرد ۱۷۳ بوسم کفِ پائے کہ بکویت گذرد

گذرے جو تری یاد میں وہ وقت اچھا اچھا وہ کلام جس میں ہو ذکر ترا
آنکھوں پہ ہوں ناز اں کہ تجھے دیکھتی ہیں ۱۷۳ کوچے میں ترے گئے میں چوموں کفِ پا

ما را نبود دلے کہ خرم گردد خود بر سرِ کوئے ما طرب کم گردد
گر شادیِ عالمے بما روئے دہد ۱۷۴ چوں بر سرِ کوئے ما رسد غم گردد

وہ دل نہیں اپنا کہ ہو شاد و خرم خود اس طرف آتی ہے مسرت بھی کم
آئے جو ہماری جانب عالم کی خوشی ۱۷۴ آتے ہی ہمارے پاس ہو جائے وہ غم

در چنگِ غم تو دل سرودے نکند پیشِ تو فغان و نالہ سودے نکند
نالیم بنالہ کہ آگہ نہ شوی ۱۷۵ سوزیم بآتشے کہ دودے نکند

خاموش ہے دل پنجۂ غم میں تیرے بے سود ہے آہ و نالہ تیرے آگے
ہم روتے ہیں اس طرح نہ ہو تو آگاہ ۱۷۵ اُس آگ میں جلتے ہیں دھواں ہی جو نہ دے

قدت قدِ من زبارِ محنت خم کرد چشمت چشم زچشمہا پُر نم کرد
خالت حالم چو روزِ من تیرہ نمود ۱۷۶ زلفت کارم - چو کارِ خود درہم کرد

دیکھا ترا قد - خم ہوا - قد غم سے مرا دیکھی تری آنکھ - چشمہ آنکھوں سے بہا
ہے تیرہ و تار حال - خالِ رخ سے ۱۷۶ اپنی طرح زلف نے پریشان کیا

از دفترِ عشق ہر کہ فردے دارد اشکِ گلگون و چہرہ زردے دارد
بر گردِ سرے شود کہ سوزیست درو ۱۷۷ قربان دلے رود کہ دردے دارد

فرمان جسے عشق کے دفتر سے ملا چہرہ ہوا زرد اور لہو وہ رویا
جس سر میں ہو شورِ عشق - قربان اُس پر ۱۷۷ جس دل میں ہو درد - جان اُس پر ہے فدا

گر دشمنِ مرداں ہلکی حرق شود ہم برق صفت بخویشتن برق شود
گر سگ بہ مثل - درونِ دریا برود ۱۷۸ دریا نشود پلید - سگ غرق شود

اللہ کے بندوں سے حسد سے جو جلے آگ اُسکی مثال برق اُسی کو پھونکے
کُتا مثلاً - کود پڑے کوئی اگر ۱۷۸ دریا تو نہ ہو پلید - خود ہی ڈوبے

خلقانِ تو اے جلال گونا گونند گاہے چو الف راست گہے چو نونند
در حضرتِ اجلال خیالِ مجنوں ۱۷۹ کز خاطر و فہم آدمی بیرونند

ہر قسم کی مخلوق ہے خالق تیری خم نون کی مانند الف سے سیدھی
عشاق کی تیرے - تری نسبت والے ۱۷۹ وہ ہے جسے عالم میں نہ سمجھے کوئی .

مردانِ تو دل بمہرِ گردوں نہ نہند لب بر لبِ ایں کاسۂ پُر خوں نہ نہند
در دائرۂ اہلِ وفا چوں پرکار گر سر بنہند پائے بیروں نہ نہند ۱۸۰

مطلب ہے نہ کچھ فلک سے بندوں کو ترے یہ کاسۂ پُر خوں نہ لگائیں مُنہ سے
وہ دائرۂ وفا میں مثلِ پرکار سر رکھ کے قدم نہ رکھیں باہر اپنے ۱۸۰

ز اوّل رہِ عشقِ تو مرا سہل نمود پنداشت رسد بمنزلِ وصلِ تو زود
گامے دو سہ رفت و راہ را دریا دید چوں پائے دروں نہاد موجش بربود ۱۸۱

پہلے رہِ عشق کو میں آساں سمجھا اب وصل ہوا تیرا یہہ میں نے جانا
دریا نظر آئی راہ۔ تھوڑا جو چلا موجوں نے بہایا۔ پاؤں جس دم رکھا ۱۸۱

گر نہاں کرد عیب و گر پیدا کرد منّت دارم ازو کہ بس بر جا کرد
تاجِ سرِ من خاکِ کفِ پائے کسے است کو چشم مرا بعیب من بینا کرد ۱۸۲

ظاہر کیا عیب یا چھپایا اُس نے ممنون ہوں سب کچھ ہے بجا میرے لئے
خاکِ کفِ پا اُس کی مرے سر کا ہے تاج جس نے مجھے بینا کیا عیبوں پہ مرے ۱۸۲

کامل ز یکے ہُنر دہ و صد بیند ناقص ہمہ جا معائب خود بیند
خلق آئینہ چشم و دل یکدگر اند در آئینہ نیک نیک و بد۔ بد بیند ۱۸۳

کامل کی نظر میں عیب سب کے ہیں ہُنر ناقص کو ہر اک میں عیب آتا ہے نظر
ایک۔ ایک کا آئینہ ہے مخلوقِ خدا نیک آئے نظر نیک کو۔ بد۔ بد کو اگر ۱۸۳

گلزارِ وفا۔ زخارِ من می روید اخلاص ز رہگذارِ من می روید
در فکرِ تو دوش سر بزانو بودم ۱۸۴ امروز گل از کنارِ من می روید

اُگتا ہے۔ مرے کانٹوں سے گلزارِ وفا پیدا مری رہگذر سے اخلاص ہوا
کل تیرے تصور میں مراقب تھا میں ۱۸۴ آغوش سے میری آج گُل ہیں پیدا

در دل ہمہ شرک روئے بر خاک چہ سود با نفسِ پلید جامۂ پاک چہ سود
زہر است گناہ و توبہ تریاک وے است ۱۸۵ چوں زہر بجاں رسید تریاک چہ سود

دل میں ہو اگر شرک تو سجدہ بے کار باطن ہو نجس تو پاک کپڑا بے کار
توبہ ہے جو تریاک تو عصیاں ہے زہر ۱۸۵ سم کھا کے ہے تریاک کا کھانا بے کار

خُرَّم دل آنکہ از ستم آہ نہ کرد کس را ز درونِ خویش آگاہ نہ کرد
چوں شمع ز نورِ دل سراپا بگداخت ۱۸۶ وز دامنِ شعلہ دست کوتاہ نہ کرد

خُرَّم ہے وہ دل ظلم سہے۔ اُف نہ کرے آگاہ نہ ہو حال سے کوئی اُس کے
گو نور سے مثلِ شمع پگھلے بالکل ۱۸۶ شُعلے سے مگر ڈر کے وہ پیچھے نہ ہٹے

تا ولولۂ عشقِ تو در گوشم شد عقل و خرد و ہوش فراموشم شد
تا یک ورق از عشقِ تو از بر کردم ۱۸۷ سی صد ورق از علم فراموشم شد

جب سے کہ مجھے ولولۂ عشق ہوا عقل و خرد و ہوش کو میں نے کھویا
از بر کیا جب سے اک ورد اُلفت کا ۱۸۷ جو یاد علوم تھے سبھی تو بھولا

گوشم چو حدیث درد چشم تو شنید | فی الحال دلم خوں شد واز دیدہ چکید
۱۸۸
چشمِ تو نکو شو و بمن چوں نگری | تا کور شود ہر آنکہ نتواند دید

آنکھوں میں تری درد ہے جب میں نے سُنا | دل خون ہوا اور مری آنکھوں سے بہا
۱۸۸
آنکھیں تری اچھی ہوں جو تو دیکھے مجھے | میں دیکھوں تجھے اور ہو حاسد اندھا

یک نیم رخت اَلَسْتُ مِنْکُمْ بِبَعِیْد | یک نیم دگر اِنَّ عَذَابِی لَشَدِیْد
۱۸۹
بر گرد رخت نوشتہ یُحْیِیْ وَیُمِیْت | مَنْ مَاتَ مِنَ الْعِشْقِ فَقَدْ مَاتَ شَہِیْد

رُخ نصف ترا اَلَسْتُ مِنْکُمْ بِبَعِیْد | اور نصف دگر اِنَّ عَذَابِی لَشَدِیْد
۱۸۹
ہے رُخ پہ ترے نوشتہ یُحْیِیْ وَیُمِیْت | مَنْ مَاتَ مِنَ الْعِشْقِ فَقَدْ مَاتَ شَہِیْد

دردا کہ ہمی روی بَرَہ باید کرد | وین مفرش عاشقی د، تا باید کرد
۱۹۰
بر طاعت و خیر خود نباید نگریست | بر رحمت و فضل او نگہ باید کرد

افسوس کہ تو ہوتا ہے ہم سے رخصت | لازم ہے اٹھائیں ہم بساطِ اُلفت
۱۹۰
زیبا نہیں طاعت پہ کریں اپنی نظر | کافی ہے ہمارے لیے فضل و رحمت

آں وقت کہ ایں انجم و افلاک نبود | وین آب و ہوا و آتش و خاک نبود
۱۹۱
اسرار یگانگی سبق می گفتم | وین قالب وایں نوا و ادراک نبود

جبکہ دم نہ ستارے تھے نہ تھے یہ افلاک | یہ آب و ہوا۔ اور نہ تھی آتش و خاک
۱۹۱
اسرار یگانگی سبق تھا میرا | قالب تھا نہ آواز نہ یہ تھا ادراک

گفتم چشمم - گفت براہش می دار گفتم جگرم - گفت پاہش می دار

گفتم کہ دلم - گفت چہ داری در دل ۱۹۲ گفتم غم تو - گفت نگاہش می دار

میں نے کہا - ہوں آنکھ - کہا دیکھے راہ میں نے کہا - ہوں جگر کہا وہ کرے آہ

میں نے کہا دل ہوں - تو کہا دل میں ہے کیا ۱۹۲ میں نے کہا غم ہے - کہا رکھ اُس کو نگاہ

اے عشق بہ دردِ تو سرے می باید صیدِ تو - زمن قوی ترے می باید

من مرغ بیک شعلہ کبابم بگذار ۱۹۳ کیں آتش را سمندرے می باید

اے عشق ترے درد کو سر ہو کوئی ہو صید ترا مجھ سے قوی تر کوئی

میں ایک ہی شعلہ سے جلا - چھوڑ مجھے ۱۹۳ اس آگ کو لازم ہے - سمندر کوئی

یارب بکشا گرہ ز کارِ من زار رحمے کہ ز خلق عاجزم در ہمہ کار

جز درگہِ تو - کسے ندارم درگاہے ۱۹۴ محرومم ازیں در مکنم اے غفار

یارب تو مرے کام کی گتھی سلجھا کر رحم - کہ مخلوق سے عاجز میں ہوا

کوئی نہیں در میرا - بجز در کے ترے ۱۹۴ محروم نہ کرنا مجھے میرے مولا

یارب بہ دو نور دیدۂ پیغمبرؐ یارب بہ دو شمع دودمانِ حیدر

بر حالِ من - از عینِ عنایت بنگر ۱۹۵ دارم نظرے آنکہ نیفتم ز نظر

یارب بطفیلِ حسنینِ اطہر یارب بطفیل دودمانِ حیدر

تو عین عنایت کی نظر کر مجھ پر ۱۹۵ یعنی رہے ہر آن عنایت کی نظر

در بزمِ تو اے شوخ منم زار و اسیر
در کشتنِ من ہیچ نداری تقصیر
با غیر سخن کنی کہ از رشک بسوز ۱۹۶
سویم نکنی نظر کہ "از غصہ بمیر"

اے شوخ! تری بزم میں ہوں زار و اسیر
خواہاں ہے مری جان کا تو بے تقصیر
غیروں سے تکلم۔ کہ جلوں دیکھ کے میں ۱۹۶
دیکھے نہ مجھے تاکہ مروں میں دلگیر

گر دور فتادم از وصالت بضرور
دارد دلم از یادِ تو صد نوع حضور
خاصیتِ سایۂ تو دارم کہ مدام ۱۹۷
نزدیکِ توام اگرچہ می افتم دور

ہوں وصل سے گو میں بضرورت مہجور
حاصل مرے دل کو ہے مگر تیرا حضور
خاصیتِ سایہ ہے یہ مجھ میں کہ مدام ۱۹۷
میں پاس ہوں ہر چند رہوں تجھ سے دور

خورشید چو بر فلک زند رایت نور
در پرتو آں خیرہ شود دیدہ ز دور
دانم کہ کند ز پردۂ ابر ظہور ۱۹۸
فَالنَّاظِرُ یَجْتَلِیْهِ مِنْ غَیْرِ قُصُوْرٍ

خورشید فلک پہ گاڑے جب رایتِ نور
پرتو سے نظر خیرہ ہو۔ ہر چند ہو دور
لیکن جو کرے ابر کے پردے میں ظہور ۱۹۸
فَالنَّاظِرُ یَجْتَلِیْهِ عَنْ غَیْرِ قُصُوْرٍ

اے فضلِ تو دستگیرِ من۔ دستم گیر
سیر آمدہ ام ز خویشتن۔ دستم گیر
تا چند کنم توبہ و تا کے شکنم ۱۹۹
اے توبہ دہ و توبہ شکن دستم گیر

تو فضل سے میری دستگیری فرما
میں سیر ہوں اپنے سے ہو یاور میرا
کبتک میں کروں توبہ پھر اسکو توڑوں ۱۹۹
توفیق تجھی سے ہے۔ ہو توفیق عطا

یارب در دل بہ غیرِ خود جا مگذار | در دیدۂ من گرد تمنا مگذار
گفتم گفتم ز من نمی آید ہیچ | ۲۰۰ رحمے رحمے مرا بہ من وا مگذار

یارب نہ رہے تیرے سوا دل میں کوئی | آنکھوں کو ہو دیدار کی حسرت باقی
ہوتا نہیں کچھ مجھ سے مقر ہوں اس کا | ۲۰۰ کر رحم۔ نہ چھوڑ۔ مجکو حالت پہ مری

لذاتِ جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر | با یارِ خود آرمیدہ باشی ہمہ عمر
ہم آخر عمر رحلتت باید کرد | ۲۰۱ خوابے باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

چکھا ہو۔ تمام عمر۔ دنیا کا مزا | گو یار سے عمر بھر ہم آغوش رہا
ہے آخر کار تجکو مرنا بھی ضرور | ۲۰۱ وہ خواب تھا عمر بھر جو تونے دیکھا

ہر دُر کہ ز بحر اشکم افتد بہ کنار | در رشتۂ جانِ خود کشم گوہر وار
گیرم بکفش چو سُبحہ در فرقتِ یار | ۲۰۲ یعنی کہ نمی زنم نفس جز بشمار

جو گوہر اشک میرے دامن پہ گرے | بس رشتۂ جاں میں ہی پرو کر میں لے
تسبیح بکف ہجر صنم میں ہو جاؤں | ۲۰۲ یعنی ہر سانس لوں۔ میں گنتی کر کے

ہر لقمہ کہ بر خوان عوان است مخور | گر نفس ترا راحت جان است مخور
گر نفس ترا عسل نماید بہ مثل | ۲۰۳ آں خونِ دلِ بیرہ زنان است مخور

احباب کے خوان پہ نہ کھا اک لقمہ | ہر چند ہو خوش نفس ترا من سے نہ کھا
مانا کہ ترا نفس عسل سمجھے اُسے | ۲۰۳ وہ خونِ دلِ پیرہ زناں ہے گویا

ناقوس نواز گر زمن دارد عار سجادہ نشیں اگر زمن کردہ کنار
من نیز برغم ہر دو انداختہ ام ۲۰۴ تسبیح در آتش۔ آتش اندر زنار

ہے مجھ سے برہمن کو اگر ننگ و عار سجادہ نشیں مجھ سے اگر ہے بیزار
تو میں بھی ہوں ان دونوں کا پکا دشمن ۲۰۴ تسبیح کو دوں آگ جلاؤں زنار

با یار موافق آشنائی خوشتر وز ہمدم بیوفا جدائی خوشتر
چوں سلطنت زمانہ بگذاشتنی است ۲۰۵ پیوند بملک بے نوائی خوشتر

جو یار ہو مخلص آشنائی اچھی ہمدم ہو بے وفا۔ جدائی اچھی
ہے سلطنت زمانہ مٹنے والی ۲۰۵ اُس سے تمہاری بے نوائی اچھی

بدہ مرا تو خدایا دریں خجستہ سفر ہزار نصرت و شادی ہزار فتح و ظفر
بحرمت سہ محمد بحق چار علی ۲۰۶ بدو حسن و حسین و بموسی و جعفر

الٰہی مجکو جو درپیش ان دنوں ہے سفر دعا یہ کرتا ہوں میں تو قبول اسکو کر
عطا ائمۂ اثنا عشر کے صدقہ میں ہو ۲۰۶ ہزار نصرت و شادی ہزار فتح و ظفر

تا چند حدیث قامت و زلف نگار تلکے باشی طالب بوس و کنار
گر زانکہ نۂ دروغ زن عاشق وار ۲۰۷ در عشق چو او ہزار چوں او بگذار

کب تک کسے یہ ذکر قامت و زلف نگار کب تک تجھے ہو گی طلب بوس و کنار
سچا اگر عاشق ہے تو پھر چھوڑ بھی دے ۲۰۷ ایک اُس کی محبت میں خیال ایسے ہزار

آگاہ بزی اے دل و آگاہ بمیر　　چوں طالب منزلی تو در راہ بمیر
۲۰۸
عشق است بسانِ زندگانی ورنہ　　زینساں کہ توئی خواہ بزی خواہ بمیر

آگاہی میں ہو دل! ترا مرنا۔ جینا　　تو طالب منزل ہے تو رہ میں مر جا
۲۰۸
مرنا رہِ عشق میں ہے جینا۔ ورنہ　　بے عشق کے جینا بھی ہے مرنا تیرا

مجنون و پریشانِ توام دستم گیر　　سرگشتہ و حیرانِ توام دستم گیر
۲۰۹
ہر بے سر و پا چو دستگیرے دارد　　من بے سر و سامانِ توام دستم گیر

مجنون و پریشاں ہوں مدد کر میری　　سرگشتہ و حیراں ہوں مدد کر میری
۲۰۹
ہر بے سر و پا کا ہے مددگار کوئی　　میں بے سر و ساماں ہوں مدد کر میری

دل خستہ و دلفگار و مژگاں خونریز　　رفتم برِ آں یار مہ مہر انگیز
۲۱۰
من جائے نکردہ گرم گردون بستیز　　زد بانگ کہ ہاں چند نشینی برخیز

آنکھوں سے لہو بہتا۔ پریشاں نزار　　پاس اس کے گیا جو ہے مرا مہر نگار
۲۱۰
بیٹھا بھی نہ تھا کہ چرخ نے للکارا　　اٹھ جا۔ آخر نشست کب تک بیکار

من بودم و دوش آں بتِ بندہ نواز　　از من ہمہ لابہ بود از او ہمہ ناز
شب رفت و حدیثِ ما بپایاں نرسید　　شب را چہ گنہ حدیثِ ما بود دراز

خلوت میں ملا کل جو بتِ بندہ نواز　　وہ تھا ہمہ تن ناز تو میں محوِ نیاز
پوری نہ ہوئی بات کہ شب ختم ہوئی　　کیا شب کا قصور۔ قصۂ غم تھا دراز

در ہر سحرے با تو ہمی گویم راز
بردرگہ تو ہمی کنم عرض نیاز
بے منت بندگانت اے بندہ نواز ۲۱۲
کار من بیچارۂ سرگشتہ بساز

ہوتے ہی سحر کہتا ہوں میں اپنا راز
تجھ سے ہی فقط کرتا ہوں کچھ عرض نیاز
احسان کسی کا نہ ہو اور کام بنے ۲۱۲
عاجز ہوں مدد کر مری یوں بندہ نواز

جہدے بکن از پند پذیری دو سہ روز
تا پیشتر از مرگ بمیری دو سہ روز
دنیا زن پیر یست چہ باشد ار تو ۲۱۳
با پیرہ زنے انس نگیری دو سہ روز

یہ میری نصیحت ہے کہ کر سعی ذرا
تا کہ تجھے ہو اجل سے کچھ پہلے فنا
دنیا ہے زن پیر لگا اس سے نہ دل ۲۱۳
بوڑھی سے نہیں دل کا لگانا اچھا

دل جز رہ عشق تو نہ پوید ہرگز
جز محنت و دردِ عشق تو نجوید ہرگز
صحرائے دلم عشق تو شورستاں کرد ۲۱۴
تا مہر کسے در آں نہ روید ہرگز

دل کو ہے اگر طلب تو تیری ہے طلب
سہتا ہے ترے عشق میں وہ رنج و تعب
جب تو ہی مرے دل میں سمایا آکر ۲۱۴
اغیار کا پھر خیال آسکتا ہے کب

تا روئے ترا بدیدم اے شمع طراز
نہ کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز ۲۱۵
چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

جب سے کہ تجھے دیکھا ہے اے شمع طراز
کچھ کام نہ کرتا ہوں۔ نہ روزہ نہ نماز
ہو تیری حضوری۔ تو مجاز بالکل ہے نماز ۲۱۵
بے تیرے مری نماز بالکل ہے مجاز

ای جملہ بیکسان عالم را کس　　یکجو کرمت تمام عالم را بس
من بیکسم و تو بیکسان را یاری　۲۱۶　یارب تو بفریاد من بیکس رس

یارب ہے توہی بیکسوں کا والی　　تل بھر تری بخشش ہے جہاں کو کافی
یاور ہے تو بیکسوں کا۔ میں ہوں بیکس　۲۱۶　فریاد مری سُن کہ ہوں میں فریادی

شاہا ز دعائے مرد آگاہ بترس　　وز سوز دل و آہ سحرگاہ بترس
بر لشکر و بر سپاہ خود غرہ مشو　۲۱۷　از آمدن سیل ناگاہ بترس

اے شاہ دُعائے مرد آگاہ سے ڈر　　اور سوز دل و آہ سحرگاہ سے ڈر
تو لشکر و افواج پہ مغرور نہ ہو　۲۱۷　بیکار یہ سب ہیں سیل ناگاہ سے ڈر

نوروز شد و جہان برآورد نفس　　حاصل ز بہار عمر ما را غم و بس
از قافلۂ بہار نامد آواز　۲۱۸　تا لالہ بہ باغ سرنگوں ساخت جرس

نوروز کے جانے کا جہاں کو ہے الم　　حاصل ہے ہماری زندگانی کا غم
کب قافلۂ بہار دیتا ہے صدا　۲۱۸　ہے مثل جرس باغ میں ہر لالے کا خم

در دل دردیست از تو پنہاں کہ مپرس　　تنگ آمدہ چنداں دلم از جاں کہ مپرس
با ایں ہمہ حال در چنیں تنگدلی　۲۱۹　جا کردہ محبت تو چنداں کہ مپرس

اے یار نہ پوچھ درد دل کا احوال　　تنگ آیا ہوں میں جان سے جینا ہے وبال
یہ حال ہے یہ تنگدلی ہے۔ لیکن　۲۱۹　ہے دل مرا اُلفت سے تری مالا مال

اے آئینۂ ذاتِ تو ذاتِ ہمہ کس — مراتِ صفاتِ توصفاتِ ہمہ کس
ضامن شدم از بہرِ نجاتِ ہمہ کس — برمن بنویس سیّئاتِ ہمہ کس ۲۲۰

اے وہ کہ ہر اک ذات ہے۔ آئینۂ ذات — ہر اک کے صفات ہیں ترے عکسِ صفات
توسب کے گنہ نام پہ میرے لکھدے — ہر شخص کا ضامن ہوا میں بہرِ نجات ۲۲۰

اللہ بفریادِ من بیکس رس — لطف و کرمت یارِ من بیکس رس
ہر کس بکسے و حضرتے می نازد — جز حضرتِ تو ندارد ایں بیکس کس ۲۲۱

فریاد مری سُن کہ ہوں یارب بیکس — درکار ترا الطف و کرم ہے اور بس
ہر شخص کو ہے ناز کسی اپنے پر — تو میرا مددگار ہے میں ہوں بے بس ۲۲۱

شاہی طلبی۔ برو گدائے ہمہ باش — بیگانہ زخویش و آشنائے ہمہ باش
خواہی کہ ترا چو تاج برسر دارند — دستِ ہمہ گیر و خاکپائے ہمہ باش ۲۲۲

شاہی کی طلب ہے تو گدا ہو سب کا — چھوڑ اپنا خیال آشنا ہو سب کا
سر تاج بنے سب کا یہ خواہش ہے اگر — ہو خلق کا دستگیر۔ خاکپا ہو سب کا ۲۲۲

تادر نزنی بہر چہ داری آتش — ہرگز نشود حقیقت حالِ تو خوش
مارا خواہی خطے بعالم درکش — کاندریک دل دو۔ دوستی ناید خوش ۲۲۳

تو آگ لگا۔ پاس ہے جو کچھ تیرے — تاکہ تجھ پر حقیقتِ حال کھلے
اللہ کا طالب ہے تو دنیا کو چھوڑ — اِک دل میں سمائے دو کی الفت کیسے ۲۲۳

در میداں با سپر و ترکش باش سر ہیچ بخود مکش بما سرکش باش
گو خواہ زمانہ آب و خواہ آتش باش ۲۲۴ تو شاد بزی و در میانہ خوش باش

میدان طلب میں بیٹھ ہردم تیار خاموش نہ رہ یار سے رکھ تو سروکار
گو گذریں ہزار گرم و سرد عالم ۲۲۴ آرام و خوشی سے اپنی تو عمر گذار

سودائے توام در جنوں میزد دوش دریائے دو دیدہ موج خوں میزد دوش
در نیم شبے خیل خیال تو رسید ۲۲۵ ورنہ جانم خیمہ بروں می زد دوش

سودا اتری الفت کا جو کچھ اور بڑھا کل خون کا دریا مری آنکھوں سے بہا
شب گذری تھی آدھی کہ ترا آیا خیال ۲۲۵ ورنہ مرا دم تن سے نکل ہی جاتا

در خانۂ خود نشستہ بودم دل ریش وز بار گنہ فگندہ بودم سر پیش
آواز آمد کہ غم مخور اے درویش ۲۲۶ تو در خور خود کنی و ما در خور خویش

میں بیٹھا تھا گھر میں اپنے دلریش تھا مجھ کو گناہوں کا تردد دربیش
آئی یہ ندا کہ غم نہ کر اے درویش ۲۲۶ رحمت ہے گناہ ہوں ترے بیش از بیش

آتش بدو دست خویش در خرمن خویش خود بر زدہ ام چہ نالم از دشمن خویش
کس دشمن من نیست منم دشمن خویش ۲۲۷ اے وائے من و دست من و دامن خویش

خرمن میں لگائی آگ میں نے خود ہی دشمن کا گلا کیسا شکایت کیسی
دشمن نہیں میرا کوئی خود میرے سوا ۲۲۷ افسوس ہے اس دامن و دست حالت پہ مری

پیوستہ مرا ز خالق جسم و عرض
حقا کہ ہمیں بود و ہمین است غرض
کاں جسم لطیف را نجلوتگہ ناز ۲۲۸
فارغ بینم ہمیشہ ز آسیب مرض

یہ غرض ہے میری خالق جسم و عرض
ہے میری ہمیشہ سے یہی ایک غرض
خلوتگہ ناز میں مری روح لطیف ۲۲۸
دیکھے نہ کبھی کوئی بھی آسیب مرض

گشتی بوقوف بر مواقف قانع
شد قصد مقاصدت ز مقصد مانع
ہرگز نشود تا نکنی کشف حُجُب ۲۲۹
انوار حقیقت از مطالع طالع

تو خود ہی تعینات پہ ہے قانع
مقصود میں ہیں تیرے مقاصد مانع
جب تک نہ حجاب درمیاں سے ہوں دور ۲۲۹
انوار حقیقت نہوں ہرگز طالع

حق تعالیٰ کہ مالک الملک است
لَیْسَ فِی الْمُلْكِ غَیْرُہٗ مَالِكٌ
می رساند بیک دگر مارا ۲۳۰
اِنَّهٗ قَادِرٌ عَلٰی ذٰلِكَ

مالک الملک حق ہے اے سالک
لَیْسَ فِی الْمُلْكِ غَیْرُہٗ مَالِكٌ
ایک سے لیکے دوسرے کو دے ۲۳۰
اِنَّهٗ قَادِرٌ عَلٰی ذٰلِكَ

یَا مَنْ بِكَ حَاجَتِیْ وَرُوْحِیْ بِیَدَیْكَ
عَنْ غَیْرِكَ اَعْرَضْتُ وَاَقْبَلْتُ اِلَیْكَ
مَالِیْ عَمَلٌ صَالِحٌ اَسْتَظْهِرُ بِهٖ ۲۳۱
قَدْ جِئْتُكَ رَاجِیًا تَوَكَّلْتُ عَلَیْكَ

تو جان کا مالک ہے ۔ میں محتاج ترا
اغیار سے پھر کر ترا دامن پکڑا
اچھے نہیں اعمال بھروسا کیسا ۲۳۱
رحمت پہ بھروسہ ہے تری اے مولا

خلقاں ہمہ بر در گہت اے خالق پاک — ہستند پئے قطرۂ آبے غمناک

۲۳۲

سقائے سحاب را بفرما از لطف — تا آب زند بر سر ایں مشتے خاک

جتنی بھی ہے مخلوق تری خالق پاک — اک قطرۂ بارش کے لیئے ہے غمناک

۲۳۲

ہو بہر کرم حکم کہ سقائے سحاب — چھڑکاؤ سے بارش کے دبا دے سب خاک

دستے کہ زدوے بنا ز در زلف تو چنگ — چشمے کہ ز دیدنت زدل بردے زنگ

۲۳۳

آں چشم بست بے تو ام چہرہ بخوں — ایں دست بکوفت بے تو ام سینہ بسنگ

جو ہاتھ کہ گیسو کو ترے چھوتا تھا — جس آنکھ نے دیدار سے دی دل کو ضیا

۲۳۳

بے تیرے وہ آنکھ اب بہاتی ہے لہو — اُس ہاتھ نے اب ہجر میں سینہ کوٹا

بر چہرہ ندارم ز مسلمانی رنگ — دارد ز برمن شرف سگِ اہل فرنگ

۲۳۴

آں رو سیہ ام کہ باشد از بودن من — دوزخ را ننگ و اہلِ دوزخ را ننگ

چہرہ سے عیاں کچھ نہیں اسلام کے ڈھنگ — بڑھ کر کہیں مجھ سے ہے سگِ اہل فرنگ

۲۳۴

اب مجھ سے ہے میری روسیاہی کے سبب — دوزخ کو بھی ننگ اہل دوزخ کو بھی ننگ

تا شیر بُدم شکار من بود پلنگ — پیروز شدم بہر چہ کردم آہنگ

۲۳۵

تا عشق ترا بر در آوردم تنگ — از بیشہ بروں کرد مرا روبہ لنگ

جب شیر تھا میں صید مرا تھا چیتا — جس چیز پہ حملہ کیا پکڑا مارا

۲۳۵

جب سے کہ پھنسا دام محبت میں تری — اک روبہ لنگ نے کچھار میرا چھینا

سرمست بدشت خاوران لالۂ آل چوں دانۂ اشکِ عاشقان بر مہ سال

بنمود چو حُسنِ دوست از پردہ جمال ۲۳۶ چوں صورتِ حالِ من شدش صورتِ حال

سرمست ہے دشت خاوراں میں لالال جس طرح کہ اشکِ عاشقاں ہر مہ سال

جب یار کے حُسن نے دکھایا جلوہ ۲۳۶ میری سی ہوئی لالہ کی بھی صورت حال

در باغ کجا روم کہ نالۂ بلبل بے تو چہ کنم جلوۂ سرو و سُنبل

یا قدِ تو ہست انچہ می دارد سرو ۲۳۷ یا روئے تو ہست انچہ می دارد گل

گلشن میں کہاں جاؤں ہے گریاں بلبل بے تیرے عبث ۔ بہار سرو و سنبل

ہے سرو تو اُس کا بھی ہے تیرا ہی سا قد ۲۳۷ گلرو ترے چہرے ہی کا نقشہ ہے گُل

اے چاردہ سالہ مہ کہ در حسن و جمال ہمچوں مہ چاردہ رسیدی بکمال

یارب نرسد بحسنت آسیبِ زوال ۲۳۸ در چاردہ سالگی بمانی صد سال

مہرو ترا ہے چودھویں سال ایسا جمال جسطرح کہ ہو چودھویں شب بدر ہلال

اس حسن کو اللہ کرے ہو نہ زوال ۲۳۸ یونہی رہے تو چودہ برس کا سو سال

اے عہدِ تو عہدِ دوستاں سر پُل از عہدِ تو کیں خیزد و از مہرِ تو ذُل

اے یکشبہ ہمچو شمع و یک روزہ چو گُل ۲۳۹ پُر ولولہ و میان تہی ہمچو دُہل

ہے عہد ترا عہد دوستاں سر پُل ہے عہد میں کینہ تو تری مہر میں ذُل

مہمان ہے شب و روز کا مثل گُل و شمع ۲۳۹ پُر ولولہ درمیان تہی مثل دُہل

گر با غمِ عشق ساز گار آید دل | بر مرکبِ آرزو سوار آید دل
گر دل نبود کجا وطن سازد عشق ۲۴۰ | ور عشق نباشد بچہ کار آید دل

جس دل میں غمِ عشق نے گھر آکے کیا | اُس دل کا حقیقت میں بڑا کام بنا
دل ہی جو نہ ہوتا تو کہاں رہتا عشق ۲۴۰ | اور عشق نہ ہوتا تو نہ دل کام کا تھا

با خود درِ وصلِ تو کشودن مشکل | دل را بفراغ آزمودن مشکل
مشکل حالے وطرفہ مشکل حالے ۲۴۱ | بودن مشکل با تو نبودن مشکل

خود کو نہ مٹاؤں تو نہ ہو وصل ترا | مشکل بفراغ آزمانا دل کا
مشکل ہے مجھے اور بڑی مشکل ہے ۲۴۱ | غم وصل کا اور ہجر میں دو بھر جینا

شیدائے ترا روح مقدس منزل | سودائے ترا عقل مجرد محمل
سیاحِ جہانِ معرفت یعنی دل ۲۴۲ | در بحرِ غمت دست بسر پائے بہ گل

عاشق کی ترے روح مقدس منزل | سودا کا ترے عقل مجرّد محمل
سیاحِ جہانِ معرفت یعنے دل ۲۴۲ | دریا میں ترے غم کے ہوا پائے بگل

پرسید یکے منزلِ آں مہر گسل | گفتم کہ دلِ من است اورا منزل
گفتا کہ دلت کجاست گفتم بر او ۲۴۳ | پرسید کہ او کجاست گفتم در دل

اک شخص نے پوچھا کہ کہاں ہے دلبر | میں نے کہا دل میں ہے مرا رشکِ قمر
پوچھا کہ کہاں ہے دل کہا اسکے پاس ۲۴۳ | پوچھا وہ کہاں ہے۔ کہا دل کے اندر

آزردہ ترم گرچہ کم آزادترم بے یارترم گرچہ وفادارترم
باہر کہ وفا و صبر بیش کردم ۲۴۴ سبحان اللہ بچشم او خوارترم

آزردہ ہوں میں گرچہ کم آزار ہوں میں بے یار ہوں میں گرچہ وفادار ہوں میں
کی جس سے وفا میں نے زیادہ سب سے ۲۴۴ سبحان اللہ نظر میں اس کی خوار ہوں میں

گر دستِ تضرّع بدعا بر دارم بیخ دہنِ کوہ ہا ز جا بر دارم
لیکن ز تفضلاتِ معبود احد ۲۴۵ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا از بر می دارم

مانگوں جو کسی روز دعائیں دل سے اُڑ جائیں پہاڑ جڑ سے گالا بن کے
افضال سے معبود واحد کے لیکن ۲۴۵ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا از بر ہے مجھے

مشہود و خفی چو گنج دقیانوسم پیدا و نہاں چو شمع در فانوسم
القصہ دریں چمن چو بیدِ مجنوں ۲۴۶ می بالم و در ترقی معکوسم

قاروں کا خزانہ ہوں۔ نہاں اور عیاں فانوس میں ہوں شمع عیاں اور نہاں
القصہ چمن میں بید مجنوں کی طرح ۲۴۶ گھٹتا جاتا ہوں جب بڑھتا ہوں میں حیراں

بے مہریٔ آں بہانہ جو می دانم بے درد و ستم عادتِ او می دانم
جز جور و جفا عادتِ آں بدخوئی ۲۴۷ من شیوۂ یار خود نکو می دانم

مکاری حیلہ جو کو میں جانتا ہوں بے درد ہے اس کی خو کو میں جانتا ہوں
خصلت میں ہے بدخو کی جفا اور ستم ۲۴۷ بے مہری ماہ رو کو میں جانتا ہوں

نے باغ نہ بستان و چمن می خواہم
نے سرو نہ گل نہ یاسمن می خواہم
خواہم ز خدائے خویش کنجے کہ در آں ۲۴۸
من باشم و آں کسے کہ من میخواہم

بستاں کی طلب اور نہ چمن ہے درکار
ہوں سرو و گل و یاسمن سے بیزار
ہے گوشۂ عافیت خدا سے مطلوب ۲۴۸
جسمیں رہوں میں اور فقط میرا یار

تب را کردم در آب و آتش کردم
یک چند بتعویذ و کتابش کشتم
بازش یکبار در عرق کردم غرق ۲۴۹
چوں لشکر فرعون در آبش کشتم

پانی سے بجھائی آگ میں نے تپ کی
کچھ مصحف و تعویذ سے کم کی گرمی
یوں عرق پسینہ میں کیا پھر جس طرح ۲۴۹
فرعون کے لشکر کو ڈبوئے پانی

دی شب کہ بکوئے یار میگردیدم
دانی کہ پئے چہ کار می گردیدم
قربان خلاف وعدہ اش میگشتم ۲۵۰
گرد سر انتظار می گردیدم

کل کوچۂ جاناں میں جو میں پھرتا تھا
معلوم ہے؟ کیا کام وہاں تھا میرا
میں وعدہ خلافی پہ تھا تصدق اسکی ۲۵۰
یعنی تھا میں انتظار جاناں پہ فدا

ما بامے و مستی سر تقوی داریم
دنیا طلبیم و میل عقبی داریم
کے دنیا و دیں ہر دو بہم آید راست ۲۵۱
این است کہ ما نہ دین و نہ دنیا داریم

مے پیتے ہیں اور خیال تقوی ہے ہمیں
دنیا کی طلب ہے میل عقبی ہے ہمیں
ممکن نہیں جمع دین و دنیا ہو جائیں ۲۵۱
کچھ دین ہی حاصل ہے نہ دنیا ہے ہمیں

مابین دو عین یار از نون تا میم
بینی الفے کشیدہ بر صفحۂ سیم
نے نے غلطم کہ از کمالِ اعجاز
انگشتِ نبی است کردہ مہ را بہ دو نیم ۲۵۲

مابین دو عین یار - از نوں تا میم
بینی ہے الف کشیدہ بر صفحۂ سیم
میں ہوں غلطی پہ - بکمالِ اعجاز
انگشت نبیؐ نے کیا مہ کو دو نیم ۲۵۲

روزے زپئے گلاب می گردیدم
پژمردہ عذار گل در آتش دیدم
گفتم کہ چہ کردۂ کہ می سوزندت
گفتا کہ دریں باغ دمے خندیدم ۲۵۳

پھرتا تھا میں جستجوئے گل میں حیراں
کچھ پتیاں آتش میں جو دیکھیں سوزاں
گل سے جو یہ پوچھا کہ خطا کیا ہے تیری
بولا کہ گلستاں میں ہوا تھا خنداں ۲۵۳

تا بردی ازیں دیار تشریف قدوم
بر دل رقم شوق تو دارم مرقوم
ایں غصہ مرا کشت کہ ہنگامِ وداع
از دولتِ دیدارِ تو گشتم محروم ۲۵۴

تو نے گیا جس دن سے کہ تشریف قدوم
دل پر رقم شوق ہے میرے مرقوم
اس رنج نے مارا کہ بوقت رخصت
دیدار کی دولت سے رہا میں محروم ۲۵۴

زاں دم کہ قرین محنت و افغانم
ہر لحظہ زہجراں بلب آمدہ جانم
محروم ز خاک آستانت زانم
کز سیل سرشک خود گذر نتوانم ۲۵۵

جب سے کہ مرا کام ہوا آہ و فغاں
میں ہجر میں جاں بلب ہوئے جانِ جہاں
محروم ہوں خاکِ آستاں سے کہ نہیں
دریائے سرشک سے گذر کا امکاں ۲۵۵

عمرے بہوسِ بادِ ہوا پیمودم — در ہر کارے خونِ جگر پالودم
در ہر چہ زدم دست زغم فرسودم — دست از ہمہ باز داشتم آسودم ۲۵۶

ایک عمر ہوس میں ہی گرفتار رہا — ہر کام میں ہی خونِ جگر میں نے پیا
جو کام کیا ہیچ ہی پایا میں نے — جب چھوڑ دیا سب کو تو آرام ملا ۲۵۶

با یادِ تو با دیدۂ تر مے آیم — وز بادۂ شوق بے خبر مے آیم
ایامِ فراق چوں بسر آمدہ است — من نیز بسوئے تو بسر مے آیم ۲۵۷

رہتا ہوں تری یاد میں با دیدۂ تر — مدہوش مئے شوق سے میں ہوں اکثر
اب ہجر کے ایام ہوئے چونکہ ختم — یوں سر کے بل آتا ہوں میں چل کر دلبر ۲۵۷

گر در سفرم توئی رفیقِ سفرم — ور در حضرم توئی انیسِ حضرم
ہر جا کہ نشینم و بہر جا گذرم — جز تو نبود ہیچ مرا در نظرم ۲۵۸

ہے تو ہی رفیق گر کروں کوئی سفر — ہے تو ہی انیس۔ وہ سفر ہو کہ حضر
ہوتا ہے جہاں کہیں بھی گر میرا گذر — اِک تیرے سوا کوئی نہیں مدِ نظر ۲۵۸

در حضرتِ پادشاہِ دوراں مائیم — در دائرۂ وجود سلطاں مائیم
منظورِ خلائق است ایں سینۂ ما — پس جامِ جہانیانِ خلقاں مائیم ۲۵۹

حاصل ہے ہمیں۔ حضورِ شاہِ دوراں — ہم دائرۂ وجود میں ہیں سلطاں
مخلوق کا منظر ہے ہمارا سینہ — ہے جامِ جہاں نما یہ قلبِ انساں ۲۵۹

نہ از سرِ کارِ با خلل می ترسم
نے نیز ز تقصیرِ امل می ترسم
ترسم کہ گناہ نیست آمرزش ہست ۲۶۰
از سابقۂ روزِ ازل می ترسم

اس کا نہیں ڈر کام ہے میرا ابتر
تقصیرِ اَمل کا ہے نہ کچھ خوف و خطر
لکھا ہے شقی ازل میں یا مجکو سعید ۲۶۰
لے دیکھے اگر ہے تو یہی ہے مجھے ڈر

ایں بخت ندارم کہ بقامت بینم
یا در گذرے ہم بسلامت بینم
وصلِ تو بہیچ گونہ دستم ناید ۲۶۱
نامت بنویسم و بنامت بینم

دیکھوں تجھے تقدیر کہاں ایسی مری
یا راستہ میں ہی ہو ملاقات تری
ممکن نہیں جب وصل تو کافی ہے یہی ۲۶۱
حاصل کروں میں نام سے تسکین دلی

چوں آں شدہ ام کہ دید نتوانندم
تا پیش تو اے نگار بنشانندم
چوں ذرہ بخورشید ہمی پیوندد ۲۶۲
خورشید توئی بذرّہ من مانندم

ہے اپنا وجود اپنی نظر سے ہی نہاں
ہو وصل ترا۔ ہے یہ کہاں بامکاں
خورشید میں مل جاتا ہے لیکن ذرہ ۲۶۲
ہے مہر جو تو۔ ذرہ ہوں میں اے جاناں

ز آمیزشِ جان و تن توئی مقصودم
وز مردن و زیستن توئی مقصودم
تو دیر زی کہ برفتم ز میاں ۲۶۳
گر من گویم ز من توئی مقصودم

مقصود ہے ربطِ جسم و جاں سے تو ہی
تیرے لیئے ہے مرگ ہو یا زیست مری
مقصود تری ذات ہے معدوم ہوں میں ۲۶۳
مقصود انا سے بھی ہے تیری ہستی

بے دردِ تو اندیشۂ درماں نکنم　　بے زلفِ تو آرزوئے ایماں نکنم
جاناں تو اگر جاں طلبی خوش باشد　　۲۶۴　　اندیشۂ جاں برائے جاناں نکنم

درماں کی نہیں فکر جو ہے درد ترا　　ہاتھ آئے تری زلف تو ایماں کیسا
تو طالبِ جاں ہو تو خوشی سے مر جاؤں　　۲۶۴　　تجھ پر مری جاں - جاں ہے سو جاں سے فدا

از جملۂ دردہائے بے درمانم　　وز جملہ سوزِ داغ بے تابانم
سوزندہ تر است کہ چوں مردم چشم　　۲۶۵　　در چشمِ منی و دیدنت نتوانم

میں ہوں ہمہ تن درد - مگر بے درماں　　بے نور جو ہو - میں ہوں وہ داغ سوزاں
رونا تو یہ ہے آنکھ کی پتلی کی طرح　　۲۶۵　　تو آنکھ میں رہ کر بھی نظر سے ہے نہاں

شمعم کہ بپردہ نہاں فرو می گریم　　می خندم و ہر زماں فرو می گریم
چوں ہیچکس از گریۂ من آگہ نیست　　۲۶۶　　خوش خوش بمیانِ جاں فرو می گریم

در پردہ مثالِ شمع ہوں میں گریاں　　روتا ہوں بہ باطن تو بظاہر خنداں
آگاہ نہیں کوئی بھی رونے سے مرے　　۲۶۶　　روتا ہوں میں دل ہی دل میں اے جانِ جہاں

تا چند بگردِ سرِ ایماں گردم　　وقت است کہ زافعال پشیماں گردم
خاکم ز کلیسا و آبم ز شراب　　۲۶۷　　کافر تر از انم کہ مسلماں گردم

ایماں کا کب تک کروں میں اندیشہ　　افعال پہ لازم ہے پشیماں ہونا
ہے خاک کلیسا و مے سے جو خمیر　　۲۶۷　　میں کفر میں پختہ ہوں مسلماں کیسا

ہر چند کہ دل بوصل شاداں کردیم
دیدیم کہ خاطرت پریشاں کردیم
خوش باش کہ ما خوئے بہجراں کردیم ۲۶۸
بر خود دشوار و بر تو آساں کردیم

ہر چند کہ دل وصل سے خوش ہم نے کیا
دل تیرا۔ مگر اُس سے پریشان ہوا
خوش ہو کہ ترے ہجر کی عادت کر لی ۲۶۸
آرام دیا تجھکو تو خود رنج سہا

یادت کنم ار شاد و گر غمگینم
نامت برم ار خیزم اگر بنشینم
با عشق تو خو کردہ ام ایدوست چنانک ۲۶۹
در ہر چہ نظر کنم ترا می بینم

شادی ہو کہ غم دھیان ہے ہر دم تیرا
ہر دم ہے ترا نام وظیفہ اپنا
الفت میں بندھا ایسا تصور مجکو ۲۶۹
ہر شے میں نظر آتا ہے تیرا جلوا

در مصطبہ ہا دُردکشاں ما باشیم
بدنامی ہا را نام ونشاں ما باشیم
از بد ترا نی کہ تو شاں می بینی ۲۷۰
چوں نیک بہ بینی بد ایشاں ما باشیم

مے خانوں میں ہم پیتے ہیں تلچھٹ مے کی
بدنامی کا ہے نام ونشاں ہم سے ہی
تو جن کو سمجھتا ہے نہایت بدتر ۲۷۰
کر غور کہ ہیں اصل ہمیں اُس کی بھی

ہر چند گہے ز عشق بیگانہ شویم
با عافیت آشنا و ہم خانہ شویم
ناگاہ پری رُخے بمن بر گذرد ۲۷۱
بر گردم ازاں حدیث و دیوانہ شویم

کرتے بھی ہیں گو عشق سے ہم قطع نظر
جا بیٹھتے ہیں چین سے گھر کے اندر
پھر جلوہ دکھاتا ہے کوئی شوخ حسیں ۲۷۱
ہو جاتے ہیں پھر عشق میں بیحد مضطر

اندر طلبِ یار چو پروانہ شدم
اوّل قدوم از وجود بیگانہ شدم
او علم نمی شنید لب بر بستم ۲۷۲
او عقل نمی خرید دیوانہ شدم

میں جب طلبِ یار میں پروانہ ہوا
تو اپنے وجود سے بھی بیگانہ ہوا
وہ علم سے ہے نفور خاموش ہوں میں ۲۷۲
نفرت اُسے عقل سے ہے میں دیوانہ ہوا

اندوہِ تو از دلِ حزیں می وزدم
نامت ز زبانِ آن و ایں می وزدم
می نالم و قفل بر دہاں می فگنم ۲۷۳
می گریم و خوں در آستیں می وزدم

دل سے بھی ترے غم کو کیا پوشیدہ
ہر شخص سے ہے نام چھپایا تیرا
روتا ہوں مگر اُف نہیں کرتا منہ سے ۲۷۳
منہ ڈھانک کے دامن سے لہو میں دیا

غمناکم و از درِ تو باغم نروم
جز شاد و اُمیدوار و خرّم نروم
از درگہِ ہمچو تو کریمے ہرگز ۲۷۴
نومید کسے نرفت و من ہم نروم

مغموم ترے در پہ اگر آؤں گا
جب جاؤنگا۔ مقصود کو جب پاؤنگا
درگاہ سے تجھ جیسے کرم والے کے ۲۷۴
مایوس گیا کوئی نہ میں جاؤں گا

ببریدہ ز من نگار بیگانگیم
ببریدہ ز من لباس فرزانگیم
مجنوں بہ نصیحتِ دلم می آید ۲۷۵
بنگر بکجا رسیدہ دیوانگیم

دلدار نے پاس۔ جب سے رہنا چھوڑا
رخصت ہوئی عقل عیش و آرام گیا
حد ہوگئی۔ مجنوں مجھے سمجھاتا ہے ۲۷۵
کس درجہ بڑھا ہوا جنوں ہے میرا

از عشق تو اے نگار اندر نارم | می سوزم و می سازم و دم بر نارم
تا دست بگردن تو اندر نارم | آغشتہ بخوں چو دانہ اندر نارم ۲۷۶

اے یار ترے عشق کی وہ آگ لگی | میں جل کے ہوا خاک نہ مارا دم بھی
جبتک نہ لگاؤں گا گلے سے تجکو | آغشتہ بخون دل رہو نگا یوں ہی ۲۷۶

ما طی بساطِ ملکِ ہستی کردیم | بے نقصِ خودی خدا پرستی کردیم
بر ما مئے وصل نیک می پیوندد | تُف بر رُخ کہ زود مستی کردیم ۲۷۷

طے ہم نے بساطِ ملک ہستی کر لی | بے نقص خودی۔ خدا پرستی بھی کی
ہم سیر مئے وصل سے جب خوب ہوئے | تُف ہے کہ بہت جلد ہم کو مستی سوجھی ۲۷۷

یارب زگناہِ زشتِ خود منفعلم | وز قولِ بد و فعلِ بدِ خود خجلم
فیضے بدلم ز عالمِ قدس رساں | تا محو شود خیالِ باطل ز دلم ۲۷۸

یارب ہوں گناہوں سے بہت شرمندہ | قول و عمل بد سے خجل ہوں مولا
دلپر مرے ہو غیب سے نازل وہ فیض | جو پاک معائب سے کرے دل میرا ۲۷۸

ہرگز نبود شکستِ کس مقصودم | آزردہ نشد ز من دلے تا بودم
صد شکر کہ چشمِ عیب بینم کور است | شادم کہ حسود نیستم محسودم ۲۷۹

تذلیل کسی کی نہیں مقصد میرا | دل میں نے کسی کا نہ کیا آزردہ
صد شکر کہ چشم عیب بیں ہے اندھی | حاسد نہیں محسود ہوں میں ہی سبکا ۲۷۹

از بیم رقیب طوفِ کویت نکنم　ور طعنۂ خلق گفتگویت نہ کنم
لب بندم و از پائے نشینم اما　۲۸۰　این نتوانم کہ آرزویت نہ کنم

کوچہ میں ترے خوف عدو سے نہ پھروں　مخلوق کے ڈر سے ذکر تیرا نہ کروں
چپ۔ یاد میں تیری پا شکستہ بیٹھوں　۲۸۰　یہ سب سہی پر تجھکو نہ دل سے بھولوں

چون دائرہ ما ز پوست پوشانِ توایم　در سلسلۂ حلقہ بگوشان توایم
گر بنوازی ز جاں خروشانِ توایم　۲۸۱　ور ننوازی ہم خموشان توایم

ہم تیرے فقیروں میں ہیں اے شاہ شہاں　ہم حلقہ بگوشوں میں ہیں اے جانِ جہاں
گر ہم کو نوازے تو کریں جان نثار　۲۸۱　اور تو نہ نوازے تو بھلا جائیں کہاں

ہر چند بصورت از تو دور افتادم　زنہار مبر ظن کہ شدی از یادم
در کوئے وفائے تو اگر خاک شوم　۲۸۲　زانجا نتواند کہ رباید بادم

ہرچند کہ ظاہر میں ہوں میں تجھ سے جدا　ہرگز نہ گماں کر کہ تجھے بھول گیا
میں خاک بھی گر کوئے وفا میں ہو جاؤں　۲۸۲　کیا تاب اڑائے مجھے پھر باد صبا

دی تازہ گلے ز گلشن آورد نسیم　کز نکہت آں مشام جاں یافت شمیم
نے نے غلطم کہ صفحۂ بود از سیم　۲۸۳　مشکین رقمش معطر از خلق کریم

گلشن سے کل اک پھول اڑا لائی نسیم　جاں اس سے معطر ہوئی ایسی تھی شمیم
بلکہ ورق سیم بسیہ جس کی رقم　۲۸۳　حق یہ ہے کہ تھی معطر از خلق کریم

بے چشمِ تو یادِ نرگسِ تر نکنم بے لعلِ تو آرزوئے کوثر نکنم
گر خضر بمن بے تو دہد آبحیات ۲۸۴ کافر باشم کہ بے تو لب تر نکنم

بے آنکھ کے یاد نرگسِ تر نہ کروں بے تیرے لبِ لعل کے کوثر نہ پیوں
دیں خضر بغیر تیرے گر آبحیات ۲۸۴ کافر ہو۔ جو لب تر کرے تیرا مفتوں

ما قبلۂ طاعت آں رو دیدانیم ایماں سرِ زلفِ مشک بو میدانیم
با ایں ہمہ دلدار بما نیکو نیست ۲۸۵ ما طالعِ خویش را نکو میدانیم

میں نے رخِ دلدار کو سمجھا قبلہ خوشبو کو سرِ زلف کی ایماں جانا
با ایں ہمہ خوش مجھ سے مرا یار نہیں ۲۸۵ صد حیف، کہ یہ ہے۔ مری قسمت کا لکھا

یک جو ز ایام نداریم و خوشیم گر چاشت بود شام نداریم و خوشیم
چوں پختہ بما می رسد از عالمِ غیب ۲۸۶ از کس طمعِ خام نداریم و خوشیم

آسودہ ہیں ہم پاس نہیں گو دمڑی ہم خوش ہیں جو اک وقت ملے کچھ روٹی
جب پکی پکائی ہمیں دیتا ہے خدا ۲۸۶ حق یہ ہے کہ غیروں کی خوشامد کیسی

چوں عود نبود چوب بید آوردم روئے سیہ و موئے سپید آوردم
تو خود گفتی کہ نا امیدی کفر است ۲۸۷ بر قولِ تو رفتم و امید آوردم

جب عود نہ تھا بید کی لکڑی لایا با موئے سفید میں سیہ رو آیا
خود تونے کہا۔ کہ نا امیدی ہے کفر ۲۸۷ اس قول سے مطمئن دل اپنا پایا

گر پارہ کنی مرا ز سر تا بقدم
موجود شدم ز عشق تو من ز عدم
جانے دارم ز عشق تو کردہ رقم ۲۸۸
خواہیش بشادی کش و خواہیش بغم

ہر چند کرے تو مجھے ٹکڑے ٹکڑے
جی جاؤں میں پھر عشق میں مر کر تیرے
اے جان مرے دل پہ لکھا ہے ترا عشق ۲۸۸
معلوم تو اب مار کہ سہ ور مجھے

بے روئے تو رائے استقامت نکنم
کس را بہوائے تو ملامت نکنم
در جستن وصل تو اقامت نکنم ۲۸۹
از عشق تو توبہ تا قیامت نکنم

بے چہرے کے تیرے نہ کرونگا میں قیام
الفت میں کسی کو نہ کروں گا بدنام
میں وصل کی جستجو کرونگا نہ تری ۲۸۹
الفت تری چھوڑونگا نہ اے خوش فرجام

ما جز بہ غم عشق تو در نفرازیم
تا سر داریم در غمت یا زیم
گر تو سر ما بے سر و ساماں داری ۲۹۰
ما ئیم و سرے در قدمت اندازیم

سودا ہے اگر سر میں تو سودا تیرا
جب تک ہے یہ سر غم ہے ترا ماہ لقا
ہے قدر اگر تجکو ہمارے سر کی ۲۹۰
ہم سر کو کرینگے ترے قدموں پہ فدا

در کوئے تو سر در سر خنجر بنہیم
چوں مہرۂ جاں عشق تو در بر بنہیم
نامردم اگر عشق تو از دل بکنیم ۲۹۱
سودائے تو کافرم گر از سر بنہیم

سر رکھ کے ترے کوچہ میں ہم خنجر پہ
الفت کو تری جان سے سمجھیں بڑھ کر
گر ترک محبت کریں۔ نامرد ہیں ہم ۲۹۱
کافر ہوں جو سودا نہو تیرا دلبر

من لائق عشق و درد عشق تو نیم
زنہار کہ ہم نبرد عشق تو نیم
چوں آتش عشق تو برآرد شعلہ ۲۹۲
من دانم و من کہ مرد عشق تو نیم

میں اور ترا عشق و غم عشق ترا
الفت کا تری نام نہ لینا زیبا
جب شعلۂ آتش محبت بھڑکا ۲۹۲
کیا تاب کروں عشق کا تیرے دعویٰ

عشق تو ز خاص و عام پنہاں چکنم
دردے کہ ز حد گذشت درماں چکنم
خواہم کہ دلم بدیگرے میل کند ۲۹۳
من خواہم و دل نخواہد ایں را چکنم

ہر اک سے ترا عشق چھپاؤں کیونکر
کیا چارہ بڑھا درد جو حد سے دلبر!
دل اور کسی سے جو لگانا چاہوں ۲۹۳
اس دل کو کروں کیا کہ شیدا ہے تجھ پر

دارم ز خدا خواہش جنات نعیم
زاہد بہ ثواب و من بہ امید عظیم
من دست تہی میروم او تحفہ بدست ۲۹۴
تا زیں دو کدام خوش کند طبع کریم

میں چاہتا ہوں خدا سے جنات نعیم
زاہد کو ثواب۔ مجکو امید عظیم
میں دست تہی اور ہے وہ تحفہ بدست ۲۹۴
اب دیکھئے خوش کس کو کرے طبع کریم

ما در رہ سودائے تو منزل کردیم
سوزیست مرا کہ آتش بدل کردیم
در شہر مرا میان چشم میخوانند ۲۹۵
نیکو نامی ز عشق حاصل کردیم

سودائے محبت ہے ہماری منزل
اس آگ سے ہر وقت ہے سوزاں مرا دل
آنکھوں پہ بٹھاتے ہیں ہمیں اہل جہاں ۲۹۵
الفت کی بدولت ہے یہ رتبہ حاصل

جہدے بکنم کہ دل زجاں برگیرم　　راہ سر کوئے دلستاں برگیرم
چوں پردہ میانِ دل و دلدار منم　۲۹۶　برخیزم و خود را ز میاں برگیرم

کوشاں ہوں کہ دل جان سے ہو جائے جدا　　اور کوچۂ جاناں میں جاؤں ڈیرا
جب خود دل دلدار میں پردہ ہوں میا　۲۹۶　اپنے کو اٹھانا۔ درمیاں سے اچھا

سرمایۂ غم ز دست آساں ندہم　　دل بر بکنم از دوست کہ تا جاں ندہم
از دوست کہ یادگار دردے دارم　۲۹۷　آں درد بصد ہزار درماں ندہم

چھوڑوں گا نہ میں الفت دلدار کا غم　　عشق اُس کا ہے دل میں سر جبتک ہے یہ دم
یہ درد ہے یادگار جاناں گویا　۲۹۷　جائیگا نہ یہ گرچہ ہوں درماں پیہم

یارب ز کمالِ لطف خاصم گرداں　　واقف بحقائق خواصم گرداں
از عقلِ جفا کار دل افگار شدم　۲۹۸　دیوانہ خود کن و خلاصم گرداں

تو فضل سے یارب مجھے اپنا کر لے　　کھول اُن کے حقائق جو ہیں بندے تیرے
دل عقل جفا کار سے زخمی ہے مرا　۲۹۸　دیوانہ بنا اپنا۔ چھڑا کر اُس سے

یارب تو مرا بیار دمساز رساں　　آوازۂ درد من ہم آواز رساں
آنکس کہ من از فراق او غمگینم　۲۹۹　او را بمن و مرا باو باز رساں

یارب مرے دلدار سے تو مجکو ملا　　یہ نالۂ درد و درد اُس تک پہنچا
میں ہجر میں ہوں اُسکے نہایت غمگیں　۲۹۹　میں اُس سے ملوں۔ مجھسے ملے یار مرا

فریاد ز سنگ دلی و رنگی شاں | وز چشم سیاہ و صورت زنگی شاں
از اوّل شب تا بدم آخر شب | اینہا ہمہ در رقص و منم چنگی شاں ۳۰۰

فریاد ہے بد شکل گوتیوں سے خدا | آنکھیں ہیں سیہ رنگ ہے کالا جن کا
یہ شام سے تا صبح رہے رقص کناں | تکلیف سے رات بھر میں بیچین رہا ۳۰۰

بختے نہ کہ با دوست درآمیزم من | صبرے نہ کہ عشق بہ پرہیزم من
دستے نہ کہ با قضا درآویزم من | پائے نہ کہ از زمانہ بگریزم من ۳۰۱

ایسا نہ نصیبا کہ ملے یار مرا | اُلفت ہی کو چھوڑ دوں مجھے صبر اتنا
ہیں میرے نہ وہ ہاتھ قضا سے جو لڑوں | بھاگوں جو کہیں ایسے کہاں پاؤں بھلا ۳۰۱

اے نالہ گرت دمیست اظہارے کن | واں غافل مست را خبردارے کن
اے دست محبت و ولایت بدرآ | وائے باطن شرع مصطفٰے کارے کن ۳۰۲

اے نالہ اگر دم ہے تو اظہار بھی کر | اُس غافل مست کو خبردار بھی کر
اے دست محبت و ولایت مدد دے | اے باطن شرع مصطفٰے کار بھی کر ۳۰۲

افتادہ بہم بگوشۂ بیت حزن | غمہائے جہاں مونس غمخانۂ من
یارب تو بفضل خویش دندان مرا | بخشائے بہ بخ حضرت اویس قرن ۳۰۳

گھر کیا ہے مرا گویا ہے اک بیت حزن | مونس مرے دنیا میں سبھی رنج و محن
ہو جائیں درست دانت میرے یارب | بخشش ہو طفیل حضرت اویس قرن ۳۰۳

یارب ز قناعتم توانگر گرداں وز نور یقیں دلم منور گرداں
احوال من سوختۂ سرگرداں ۳۰۴ بے منّتِ مخلوق میسّر گرداں

یارب تو قناعت سے تونگر کر دے اور نور یقیں سے دل منور کر دے
مجھ سوختہ احوال کو سب کچھ مولا ۳۰۴ بے منّتِ مخلوق میسّر کر دے

رویت دریائے حسن و لعلت مرجاں زلفت عنبر صدف دہاں دُر دنداں
ابرو کشتی و چین پیشانی موج ۳۰۵ گرداب بلا غبغب و چشمت طوفاں

چہرہ ہے جو بحرِ حسن لب ہیں مرجاں زلفیں عنبر۔ صدف دہاں۔ دُر دنداں
ماتھے کی شکن موج ہے۔ ابرو کشتی ۳۰۵ گرداب بلا غبغب اور آنکھیں طوفاں

تا لعلِ تو دل فروز خواہد بودن کارم ہمہ آہ و سوز خواہد بودن
گفتی کہ بخانۂ تو آیم روزے ۳۰۶ آں روز کدام روز خواہد بودن

جبتک ہے لبِ لعل دل افروز ترا ہے آہ۔ مرا کام تڑپنا جلنا
تھا قول ترا آؤں گا اک دن تیرے گھر ۳۰۶ وہ کونسا دن ہوگا زمانہ سے نیا

جاں است و زبان است زبان دشمن جاں گر جانت بکار است نگہدار زباں
شیریں سخنی بگفت شاہ سخناں ۳۰۷ سر برگِ درخت است زباں بادِ خزاں

ہے دشمن جان۔ تیری زباں جان بچا قابو میں مناسب ہے تجھے رکھنا زباں
کیا بات کہی شاہ سخن نے میٹھی ۳۰۷ سر۔ برگ درخت ہے۔ زباں بادِ خزاں

شوریدہ دلے و قصۂ گردوں گردو گریاں چشمے و اشک جیحوں جیحوں
۳۰۸
کاہیدہ تنے و شعلہ خرمن خرمن ہر شعلہ ز کوہ قاف افزوں افزوں

شوریدہ ہے دل قصہ ہے گردوں گردوں گریاں ہے آنکھ اشک جیحوں جیحوں
۳۰۸
کاہیدہ ہے جسم و شعلہ خرمن خرمن ہر شعلہ ہے کوہ قاف سے بھی افزوں افزوں

در درگہ ما دوستی یک لہ کن ہر چیز کہ غیر ماست آنرا یلہ کن
۳۰۹
یک صبح باخلاص بیا بر در ما گر کار تو برنا ید آنگہ گلہ کن

آ درگہ مولا میں تو یک سو ہو کر جو غیر خدا ہے دل سے کردے باہر
۳۰۹
درگاہ میں صبح صبح ۔ اخلاص سے آ پھر کام نہ ہو تو لا شکایت لب پر

فریاد ز دست فلک پیر دون کاندر بر من نہ نو بہشت و نہ کہن
۳۱۰
با ایں ہمہ نیز شکر می باید کرد گر زیں بترم کند کہ گوید کہ مکن

اس چرخ ستمگار نے وہ ڈھائے ستم کچھ بھی نہ رہا پاس مرے اسکا ہے غم
۳۱۰
با ایں ہمہ لاتا ہوں بجا شکر خدا بد تر ہو جو حال کون مارے پھر دم

ز و شعلہ بدل آتش پنہانی من زانداز و گذشت محنت جانی من
۳۱۱
معذورم اگر سخن پریشاں افتاد معلوم شود مگر پریشانی من

دل سوز دروں سے جلا خاک ہوا ہے جان پر اب حد سے زیادہ صدمہ
۳۱۱
باتوں میں بہکتا ہوں تو معذور ہوں میں جلتا ہے مرے حال کا اس سے ہی پتا

دنیا گذراں محنتِ دنیا گذراں ے بر پدراں ماند و نے بر پسراں

تا بتوانی عمر بطاعت گذراں ۳۱۲ بنگر کہ فلک چہ می کند با دگراں

یہ دہر و غمِ دہر ذرا غور تو کر گذریگے سبھی پہ وہ پدر ہو کہ پسر

طاعت میں گذار عمر حتی الامکاں ۳۱۲ اوروں پہ ستم چرخ کے رکھ مدنظر

گر سقف سپہر گردد آئینہ چیں در تختۂ فولاد شود روئے زمیں

از روزئ تو کم نشود داں بیقیں ۳۱۳ می داں کہ چنین ست و چنین ست و چنیں

گر سقفِ فلک آئینۂ چیں ہو جائے اور روئے زمیں تختۂ فولاد بنے

جو کچھ بھی ہو لیکن یہ سمجھ لے بہ یقیں ۳۱۳ کم ہوگا نہ اک روز تری روزی سے

درویشی کن و قصدِ درِ شاہ مکن وز دامنِ فقر دست کوتاہ مکن

اندر دہنِ مار شو و مال مجوئے ۳۱۴ در چاہ نشین و طلب جاہ مکن

درویش ہو اور قصد درِ شاہ نہ کر تو فقر کے دامن سے ہاتھ کوتاہ نہ کر

جا سانپ کے منہ میں۔ طالب مال نہ ہو ۳۱۴ رہ چاہ میں لیکن طلب جاہ نہ کر

اے زلفِ مسلسلت بلائے دلِ من وے لعلِ لبت گرہ کشائے دلِ من

من دل ندہم بجے ورائے دلِ تو ۳۱۵ تو دل ندہی اگر ورائے دلِ من

میرے لیئے یہ زلفِ مسلسل ہے بلا تیرا لب لعلیں۔ گرہ کشا ہے دل کا

دل تیرے سوا دوں نہ کسی اور کو میں ۳۱۵ گر تو بھی نہ دے غیر کو دل میرے سوا

برگوش دلم ز غیب آواز رساں — مرغ دل خستہ را بہ پرواز رساں
یارب کہ بدوستیِ مردانِ رہت ۳۱۶ — ایں گم شدہ مرا بمن باز رساں

کانوں کو مرے غیب کی آواز سُنا — یہ مرغ دل اُڑنے لگے طاقت پہنچا
جو تیرے ہیں دوست اُن کا صدقہ یارب ۳۱۶ — ملجائے مجھے اب دل گم گشتہ مرا

اے خالقِ ذوالجلال وحیِ رحمٰن — سازندۂ کارہائے بے سامانان
خصمانِ مرا مطیعِ من می گرداں ۳۱۷ — بیرحماں را رحیمِ من می گرداں

اے خالقِ ذوالجلال تو ہے رحمٰن — تو کام بناتا ہے جو ہیں بے سامان
دشمن کو مرے مطیع میرا کردے ۳۱۷ — ہو جائیں رحیم مجھ پہ ظالم انساں

اے چشمِ من از دیدنِ رویت روشن — از دیدنِ رویت شدہ خرّم دلِ من
رویت شدہ گُل خرّم و خنداں گشتہ ۳۱۸ — روشن مہِ من گشتہ ز رویت دلِ من

ہے آنکھ مری دید سے تیرے روشن — دیدار سے میں خوش ہوں ترے غنچہ دہن
گُل ہو گیا باغ باغ دیکھا جو تجھے ۳۱۸ — روشن مرا دل تجھ سے ہوا سیم بدن

در راہِ یگانگی نہ کفر است و نہ دیں — یک گام ز خود بروں نہ و راہ بہ بیں
اے جانِ جہاں تو راہِ اسلام گزیں ۳۱۹ — با مار سیہ نشین و با خود منشیں

وحدت میں برابر ہے وہ ہو کفر کہ دیں — تو اپنا قدم بڑھا خودی کھو کے کہیں
تو لے۔ رہِ اسلام۔ ہے مشہور مثل ۳۱۹ — "با مار سیہ نشین و با خود منشیں"

شد دیدہ بعشق رہنمونِ دلِ من تا کردہ پُر از غصہ درونِ دلِ من

زنہار دلم اگر نماند ز وزے ۳۲۰ از دیدہ طلب کنند خونِ دلِ من

اُلفت میں یہ آنکھ رہنما ہے دل کی ہے رنج سے پُر دل کی مرے پہنائی

جاتا رہا دل اگر کسی روز مرا ۳۲۰ دِیَّت کی مری آنکھوں سے ہوگی طلبی

دارم المے ز دردِ چنداں خنداں باگریہ تواں گفت نہ خنداں خنداں

دُرّ و گہرم جملہ بتاراج برفت ۳۲۱ واں دُرّ و گہر چہ بود دنداں دنداں

تکلیف سے ہوں درد کی اتنا مضطر کہہ سکتا ہوں ہنس کر نہ اُسے میں رو کر

مُوتی مرے جتنے تھے وہ برباد گئے ۳۲۱ یعنی وہ دانت تھے جو مانندِ گہر

اے آنکہ ترا است عار از دیدنِ من مہرت باشد بجائے جاں در تنِ من

آں دستِ نگار بستہ خواہم کہ بُوَد ۳۲۲ باخونِ ہزار کُشتہ در گردنِ من

اے وہ! کہ مجھے دیکھنا ہے تجھ کو عار ہے مہر تری تن میں مرے جان اے یار

خواہش ہے کہ گردن میں حمائل ہو وہ ہاتھ ۳۲۲ جو خون سے کشتوں کے ہو رنگین ہر بار

یارب نظرے برمنِ سرگرداں کن لُطفے بمنِ دل شدۂ حیراں کن

بامن مکن آنچہ من سزائے آنم ۳۲۳ آنچہ از کرم و لطفِ تو آید آں کن

یارب نظرِ کرم پریشاں ہوں میں ہو لطف کہ دل خستہ و حیراں ہوں میں

جس جرم کے قابل ہوں نہ دے اُس کی سزا ۳۲۳ تیرے کرم و لطف کا خواہاں ہوں میں

سہل ست مرا بہ مہر خنجر بودن — یا بہر مراد خویش بے سر بودن
تو آمدۂ کہ کافرے را بکشی ۳۲۴ غازی چو توئی خوش ست کافر بودن

مشکل نہیں مجکو تہِ خنجر ہونا — آسان ہے پئے مراد بے سر ہونا
جب تجھ سا ہو غازی پئے قتلِ کافر ۳۲۴ ثابت ہوا پھر کفر کا بہتر ہونا

در راہ خدا حجاب شد یک سوزن — رو جملہ کار خویش را یک سوزن
درماندۂ نفس خویش گشتی و مرا ۳۲۵ یکسو غم مال و دختر و یکسو زن

ہو جبکہ حجاب رہِ حق اک سوئی — سب چھوڑ کے لازم ہے تجھے یکسوئی
تو نفس سے اپنے عاجز آیا مجکو ۳۲۵ فکر زر، مال و زن و دختر ہی رہی

اے غم گذرے بکوئے بدناماں کن — فکر من سرگشتۂ بے ساماں کن
زاں ساغر لبریز کہ پر مے ز غمست ۳۲۶ یک جرعہ بکار بے سر انجاماں کن

رسوائے محبت کی گلی میں آکر — اے غم مری فکر کر کہ ہوں میں مضطر
اُس جام سے جو ہے مئے غم سے لبریز ۳۲۶ اک جرعہ کہ خوش جس سے ہوں ہم خستہ جگر

اے شمع چو ابر گریہ و زاری کن — وے آہ جگر سوز سپیداری کن
چوں بہرۂ وصل او نداری اے دل ۳۲۷ دنداں بجگر نہ و جگر خاری کن

رو ابر کی مانند تو اے شمعِ سحر — لازم ہے کہ ماتم کرے تو آہ جگر
جب وصل ہی ہوتا نہیں ممکن اے دل ۳۲۷ تکلیف و غم و رنج اٹھا آٹھ پہر

خواہی کہ کسے شوی زہستی کم کُن ناخوردہ شراب وصل مستی کم کُن

بازُلفِ بُتاں درازدستی کم کُن ۳۲۸ بُت را چہ گُنہ تو بُت پرستی کم کُن

کچھ ہونا ہے مقصود۔ تو ہستی کم کر مے وصل کی جب نہ پی تو مستی کم کر

تو زلفِ بتاں پہ ہاتھ ہرگز نہ بڑھا ۳۲۸ کیا بُت کا گناہ بُت پرستی کم کر

رفتم بہ طبیب و گفتم از دردِ نہاں گفتا کہ زغیرِ دوست بربند زباں

گفتم کہ غذا؟ گفت ہمیں خونِ جگر ۳۲۹ گفتم زچہ پرہیز؟ گفت از ہر دو جہاں

جاکر جو طبیبوں سے کہا دردِ نہاں بولے کہ بجز یار نہ کھول اپنی زباں

پوچھا کہ غذا؟ کہا۔ یہی خونِ جگر ۳۲۹ پرہیز جو پوچھا۔ تو کہا۔ ہر دو جہاں

آں دوست کہ مستِ عشق او دشمنِ جاں بربادہی دہ غمش خرمنِ جاں

من در طلبش دربدر و کوئے بکوئے ۳۳۰ او در دلِ دوست کردہ در گردنِ جاں

وہ یار۔ کہ ہے دشمنِ جاں مست اُسکا برباد۔ محبت نے مجھے اُس کی کیا

پھرتا ہوں میں دربدر طلب میں اُسکی ۳۳۰ وہ دل میں ہے نزدیک رگِ جاں سے سوا

اے عشق تو مایۂ جنونِ دلِ من حسنِ رخ تو ریختہ خونِ دلِ من

من دانم و دل کہ در وصالت چونم ۳۳۱ کس را چہ خبر ز اندرونِ دلِ من

اُلفت میں تری دل مرا دیوانہ ہوا سُرخی نے ترے چہرے کی دل خون کیا

ہے وصل میں جو حال وہی جانتا ہوں ۳۳۱ کیا جانے کوئی حال جو ہے اس دل کا

بگریختم از عشق تو اے سیمیں تن　　باشد کہ ز غم باز رہم مسکین من
عشق آمد واز نیم رہم باز آورد　　۳۳۲　مانندۂ خونیاں رسن در گردن من

میں عشق سے بھاگا ترے اے سیمیں تن　　شاید کہ چھٹوں اُس سے جو ہے رنج و محن
بس عشق نے آلیا مجھے رستہ میں　　۳۳۲　خونی کی طرح ڈالدی گردن میں رسن

عشق آں صفتے نیست کہ بتواں گفتن　　ویں دُر بسر الماس نشاید سُفتن
سودا است کہ میزنم واللہ کہ عشق　　۳۳۳　بگُر آمد و بگُر ہم بخواہد رفتن

ہے عشق صفت وہ کہ بیاں ہو کس سے　　دُر نوک سے ہیرے کی پروئے کس نے
سودا ہے مجھے وگرنہ واللہ یہ عشق　　۳۳۳　ہے بگر ازالہ کی نہ قدرت ہے مجھے

ما را نبود دلے کہ کار آید ازو　　جُز نالہ کہ دمے ہزار آید ازو
چنداں بگریم کہ کوچہا گل گردد　　۳۳۴　نے روید و نالہ ہائے زار آید ازو

دل وہ ہے ۔ ہمارا کہ نہ کچھ کام کرے　　ہاں نالے ہزار ۔ ایک دم میں کرلے
گلیوں میں ہوئی رونے سے میرے کیچڑ　　۳۳۴　نے کے لئے بھر آئیں سے نرکل ہیں اُگے

شبہائے دراز اے دریغا بے تو　　دردے و فراق لے دریغا بے تو
تو خفتہ بناز اے دریغا بے تو　　۳۳۵　من در تب و تاب لے دریغا بے تو

بے تیرے دراز راتیں تنہا ۔ افسوس　　یہ درد و فراق و ہجر تیرا ۔ افسوس
آرام سے تو سوتا ہے شب بھر اور میں　　بیتاب جدائی میں ۔ دریغا ۔ افسوس

سودائے سرِ بے سروساماں یکسو — بے مہری چرخِ دور گرداں یکسو
اندیشۂ خاطرِ پریشاں یکسو — اینہا ہمہ یکسو غمِ جاناں یکسو ۳۳۶

سودائے سرِ بے سروساماں ہے الگ — بے مہری چرخ دورگرداں ہے الگ
اندیشۂ خاطرِ پریشاں ہے الگ — یہ سب ہیں الگ اور غمِ جاناں ہے الگ ۳۳۶

اے دل چو فراقِ یار دیدی خوں شو — وے دیدہ موافقت بکن جیحوں شو
اے جاں تو عزیز ترنۂ از یارم — بے یار نخواہمت ز تن بیروں شو ۳۳۷

اے دل غمِ فرقت میں لہو ہو جانا — اے آنکھ بہا۔ ہجر میں رو کر دریا
اے جان نہیں یار سے تو زیادہ عزیز — بے یار مرے جسم میں کیا کام ترا ۳۳۷

اے آمدہ کارِ من بجاں از غمِ تو — تنگ آمدہ بر دلم جہاں از غمِ تو
ہاں اے دل و دیدہ تا بسر برنکنم — خاکِ ہمہ دشتِ خاوراں از غمِ تو ۳۳۸

غم میں ترے جینا ہے مجھے سخت وبال — دنیا ہے ترے ہجر میں مجکو جنجال
ہاں! اے دل و دیدہ بس کرونا جبتک — خاکِ دشتِ خاوراں نہ لوں سر پہ ڈال ۳۳۸

ہاں یاراں ہوئے ہا جواں مرداں ہو — مردی کنی و ننگا ہداری سر کو
گر تیرِ جہاں رسد کہ بشگافد مو — باید کہ ز یک دگر نگردانی رو ۳۳۹

ہو حق کرو۔ ہاں شور مچاؤ یارو — ڈٹ جاؤ بہادرو! گلی سے نہ ہٹو
دُنیا کا جو تیر آکے چیرے اک بال — لازم ہے کہ مُنہ نہ موڑو سب ملکے رہو ۳۳۹

عشق است کہ شیر نر زبوں آید ازو
از ہر چہ گماں بری فزوں آید ازو
گہ دشمنی کند گہ مہر افزاید
گہ دوستی گہ بوئے خوں آید ازو ۳۴۰

یہ عشق وہ ہے شیر کو کرتا ہے زبوں
قوت میں ہر اک چیز سے ہے یہ افزوں
کرتا ہے عداوت تو کبھی مہر و کرم
کرتی ہے کبھی دوستی سے بوئے خوں ۳۴۰

دورم اگر از سعادت خدمت تو
پیوستہ دلست آئینۂ طلعت تو
از گرمی آفتاب ہجرم چہ غمست
دارم چو پناہ سایۂ دولت تو ۳۴۱

ہر چند کہ خدمت سے تری دور رہا
طلعت کا تری آئینہ۔ دل ہے مرا
کیا گرمیٔ آفتاب ہجراں کا ہو غم
ہے سایۂ دولت ترا مجھپر چھایا ۳۴۱

اے نالۂ پیر خانقاہ از غم تو
وے گریۂ طفل بے گناہ از غم تو
افغان خروس صبحگاہ از غم تو
آہ از غم تو ہزار آہ از غم تو ۳۴۲

ہے نالۂ پیر خانقاہ غم میں ترے
ہے گریۂ طفل بے گناہ غم میں ترے
مصروف فغاں غم میں ترے مرغ سحر
اے آہ غم ہزار آہ غم میں ترے ۳۴۲

اے آئینہ را دادہ جلا صورت تو
یک آئینہ کس ندید بے صورت تو
نے نے کہ ز لطف در ہمہ آئینہ ہا
خود آمدہ بدیدن صورت تو ۳۴۳

آئینہ کو دی ہے تری صورت نے جلا
خالی تری صورت سے نہیں آئینہ
بلکہ بہزار ہمہ بانی خود ہی
موجود ہوا دیکھنے اپنا جلوا ۳۴۳

دردِ دلِ من دوا اش میدانی تو سوزِ دلِ من سزا اش میدانی تو
من غرقِ گنہ پردہ عصیاں پیش ۳۴۴ پنہاں چہ کنم کہ فاش میدانی تو

واقف ہے دوائے دردِ دل ہے توہی اب توہی بجھائیگا مرے دل کی لگی
ہوں غرقِ گنہ پردہ عصیاں درپیش ۳۴۴ کیا تجھ سے چھپاؤں تجھ پہ ظاہر ہے سبھی

من می شنوم کہ می نبخشائی تو ہر جا کہ شکستہ ایست آنجائی تو
ما جملہ شکستگان درگاہِ توایم ۳۴۵ درحالِ شکستگاں چہ فرمائی تو

سُنتا ہوں میں یہ کہ بخشدیتا ہے تو جس جا کہ ہیں دل شکستہ اُس جا ہے تو
ہیں حاضرِ درگاہ دل شکستہ سارے ۳۴۵ کیا دیتا ہے توحکم کہ مولا ہے تو

اے سبزیٔ سبزۂ بہاراں از تو وے سرخیٔ روئے گلعذاراں از تو
آہ دل واشکِ بیقراراں از تو ۳۴۶ فریاد کہ باد از تو دباراں از تو

سرسبز ہیں سبزہ زار تجھ سے سارے ہیں تجھ سے ہی گلعذار نکہت والے
سب تیرے لئے کرتے ہیں آہ وزاری ۳۴۶ فریاد! ہوا تجھ سے ہے باراں تجھ سے

اے پیرو جوان دہر شاد از غمِ تو فارغ دلِ ہیچکس مباد از غمِ تو
سرگردانم چو گردِ باد از غمِ تو ۳۴۷ سرگردانم چو گرد باد از غمِ تو

غم ہے ترے ہیں شاد سبھی پیرو جواں ایسا نہ ہو اس غم سے ہو خالی انساں
اس عالمِ خاکی میں یہ مسکیں عاجز ۳۴۷ غم سے ہے بگولے کی طرح سرگرداں

اے شعلۂ طور۔ طور پُر نور از تو
وے مست بہ نیم جُرعۂ منصور از تو
ہر شیئے جہاں جہاں نشور از تو
من از تو مست از تو و مخمور از تو ۳۴۸

اے شعلۂ طور۔ طور تجھ سے پُر نور
ہے مست بہ نیم جُرعہ تجھ سے منصور
تجھ سے ہے جہاں اور جہاں کی ہر شئے
میں تجھ سے ہوں مست۔ مست تجھسے منصور ۳۴۸

اے کعبہ پرست چیست کین من و تو
صاحب نظر ند خوردہ بین من و تو
گر بر سنجند کفر و دین من و تو
دانند نہایت یقین من و تو ۳۴۹

کیا کعبہ پرست! کینہ میرا تیرا
ہم دونوں میں عیب اہل نظر نے پایا
جانچیں وہ اگر دونوں کے کفر و دیں کو
تو نمایت ایمان کا لگالیں وہ پتا ۳۴۹

از دیدۂ سنگ خوں چکاند غم تو
بیگانہ و آشنا ندانند غم تو
در مے خورم و غمت ہمی نوش کنم
تا آنکہ بکس دگر نماند غم تو ۳۵۰

خوں روتا ہے پتھر بھی یہ ہے تیرا غم
فرق اپنے پرائے میں نہیں کرتا غم
میں اسلئے کھاتا ہوں۔ غم و درد ترا
ہو جائے کسی کا نہ کبھی حصہ غم ۳۵۰

ابر از دہقاں کہ ژالہ می روید از و
وشت از مجنوں کہ لالہ می روید از و
خلد از صوفی و حور عیں از زاہد
از ما دلکے کہ نالہ می روید از و ۳۵۱

دہقاں کے لئے ابر۔ جس سے اولا ہے
مجنوں کے لئے دشت۔ لالہ جس سے کہ اُگے
صوفی کے لئے خلد۔ حور زاہد کے لئے
ننھا سا ہے دل میرا۔ جس سے نالہ نکلے ۳۵۱

جان و دلِ من فدائے خاکِ درِ تو　　گر فرمائیٔ بدیدہ آیم بر تو
وصلت گوید کہ تو نداری سرِ ما　　۳۵۲　بے سر بادا ہر آنکہ ندارد سر تو

قربان دل و جان ہے خاک درپر تیرے　　ہو حکم تو آنکھوں سے میں آؤں چل کے
کہتا ہے ترا وصل "نہیں میری طلب　　۳۵۲　مر کر بھی نہ نکلیگی یہ خواہش دل سے

اے در دلِ من اصلِ تمنا ہمہ تو　　وے در سرِ من مایۂ سودا ہمہ تو
ہر چند بروز گار در می نگرم　　۳۵۳　امروز ہمہ توئی و فردا ہمہ تو

ہے دل کی مرے اصلِ تمنا تو ہی　　سر میں ہے مرے باعثِ سودا تو ہی
عالم کو بغور میں نے دیکھا بھالا　　۳۵۳　موجود ہر اک آن ہے مولا تو ہی

اے شمع دلم قامتِ سنجیدۂ تو　　وصلِ تو حیاتِ ایں ستمدیدۂ تو
چوں آئینہ پُرشد دلم از عکسِ رُخت　　۳۵۴　سویت نگرم ولیک از دیدۂ تو

دل کی مرے شمع قدِ موزوں تیرا　　ہے وصل ترا حیات میری گویا
روشن ہوا جب عکس سے تیرے میرا دل　　۳۵۴　پھر آنکھ سے تیری تجھے میں نے دیکھا

زلفت بکشی شب دراز آید ازو　　وربگذاری زچنگل- باز آید ازو
ور پیچ و خمش زیکدگر باز کنی　　۳۵۵　عالم عالم مشک فراز آید ازو

اُس زلف کو تو پکڑے تو شب ہو پیدا　　گر چھوڑے تو ہو باز کا پیدا انفشا
گر کھولدے تو پیچ و خم اُس کے اکبار　　۳۵۵　خوشبو سے معطر ہو یہ ساری دنیا

من کیستم آتش بدل افروختۂ برخرمن عشق چشم خود دوختۂ
در راہِ وفا چو سنگ و آتش گروم ۳۵۶ شاید کہ رسم بصحبت سوختۂ

میں کون ہوں؟ آتش بدل افروختہ ہوا جز خرمن عشق آنکھ نہ اپنی کھولوں
میں راہِ وفا میں آگ پتھر ہو کر ۳۵۶ صحبت میں کسی سوختہ تن کے پہنچوں

اے چشم تو چشمۂ چشم ہمہ بے چشم تو نور نیست در چشم ہمہ
چشم ہمہ را نظر بسوئے تو بود ۳۵۷ از چشم تو چشمہاست در چشم ہمہ

ہے آنکھ تری چشمۂ چشم عالم تو نورِ نظر ہے تری آنکھوں کی قسم
ہے تیری طرف لگی ہوئی سب کی آنکھ ۳۵۷ ممکن ہے کہ ہو جائے تری چشم کرم

ہجرانِ ترا چو گرم شد ہنگامہ بر آتش من قطرہ فشاں از خامہ
من رفتم و مرغ روح من پیش تو ماند ۳۵۸ تا ہمچو کبوتر از تو آرد نامہ

فرقت کا تری گرم جو بازار ہوا اس آگ پہ تو قطرہ قلم سے ٹپکا
میں تجھ سے جدا۔ چھوڑ کے ہوں طائر روح ۳۵۸ تا کہ مرے پاس لائے تیرا نامہ

دارم صنمے چہرہ برافروختۂ با جور و جفا و ستم آموختۂ
او عاشق دیگرے و من عاشق او ۳۵۹ پروانہ صفت سوختۂ سوختۂ

غصہ میں ہوا سرخ بھبوکا مرا یار ہے جور و جفا سے اُسے ہر دم سروکار
وہ اور پہ عاشق ہے۔ میں عاشق اُسکا ۳۵۹ پروانہ صفت سوختہ تن پہ ہوں نثار

در گفتن ذکرِ حق زباں از ہمہ بہ
طاعت کہ بشب کنی نہاں از ہمہ بہ
خواہی کہ ز پل صراط آساں گذری
ناں دہ بجہانیاں کہ ناں از ہمہ بہ ۳۶۰

ہر کام سے ہے ذکر خدا کا اچھا
بہتر ہے جو ہو طاعتِ شب پوشیدہ
آسان جو پل صراط پر چاہے گذر
بھوکوں کو کھلا کہ خوش ہو رازق تیرا ۳۶۰

چشمم کہ سرشک لالہ گوں آوردہ
وز ہر مژہ قطرہ ہائے خوں آوردہ
نے نے بنظارہ ات دل خوں شدہ ام
از روزنِ سینہ سر بروں آوردہ ۳۶۱

آنکھوں سے مری جو لالہ گوں اشک بہے
پلکوں پہ جو ہیں میرے لہو کے قطرے
سینہ سے مرے خوں شدہ دل نے آ
سر اپنا نکالا ہے کہ تجکو دیکھے ۳۶۱

اینک سر کوئے دوست اینک سرِ راہ
گر تو نروی روندگاں را چہ گناہ
جامہ چہ کنی کبود و نیلی و سیاہ
دل صاف کن و قبا ہمی پوش و کلاہ ۳۶۲

یہ کوچۂ جاناں ہے یہ اُس کا رستہ
جائے جو نہ تو قصور اس میں کس کا
کرتا ہے لباس کیوں سیاہ نیلا اور سرخ
دل صاف رکھا اور پہن یہی کلاہ اور قبا ۳۶۲

دنیا طلباں ز حرص مستند ہمہ
موسیٰ کش و فرعون پرستند ہمہ
ہر عہد کہ با خدائے بستند ہمہ
از دوستیٔ حرص شکستند ہمہ ۳۶۳

ہیں حرص میں مست طالبانِ دنیا
فرعون کو پوجیں کہ بن قتیلِ موسیٰ
اللہ سے ہر عہد انھوں نے کہ کیا
مغلوب ہوئے حرص سے اُس کو توڑا ۳۶۳

ما درویشاں نشستہ در تنگ درہ گہ قرص جوے خوریم گہ پشت برہ

پیران کہن دانند و میران سرہ ۳۶۴ ہر کس کہ بما بد نگرد جاں نبرہ

درویش ہیں ہم منزوی و گوشہ نشیں کھاتے ہیں کبھی گوشت کبھی نان جویں

سب جانتے ہیں وہ اُمرا ہوں کہ فقیر ۳۶۴ وہ مٹ گیا کی ہم پہ نظر بد جو کہیں

اے روئے تو مہر عالم آرائے ہمہ وصل تو شب و روز تمنائے ہمہ

گر با دگراں بہ ز منی وائے بمن ۳۶۵ در با ہمہ کس ہمچو منی وائے ہمہ

چہرہ ترا مہر عالم آرا سب کا سب چاہتے ہیں وصل شب و روز ترا

افسوس ہے مجھ پر جو ہوا اوروں پہ کرم ۳۶۵ افسوس ہے سب پہ جو ہو میری سی جفا

من کیستم از خویش بہ تنگ آمدہ دیوانہ با خود بہ جنگ آمدہ

دوشینہ بکوئے دوست از اشکم گشت ۳۶۶ تا لیدن پائے دل بسنگ آمدہ

میں وہ ہوں کہ جینے سے بھی نفرت ہے مجھے دیوانہ ہوں میں لڑتا ہوں اپنے ہی سے

گویا تھے اشک پائے دل کے ٹھوکر کھا ۳۶۶ کل اُس کی گلی میں ٹوٹے اور نالہ بنے

اے نیک نہ کردہ و بدیہا کردہ وانگاہ بہ لطف حق تولا کردہ

بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود ۳۶۷ ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

نیکی تو نہ کی عمر بھر اِک بھی کبھی امید پھر اُس پہ لطف حق کی کیسی

تو غرہ نہ کر عفو پہ ہرگز - کہ نہ ہو ۳۶۷ نیکی کی جزا بدی ۔ بدی کی نیکی

جز وصلِ تو دل بہر چہ بستم توبہ　　بے یادِ تو ہر جا کہ نشستم توبہ

در حضرتِ تو توبہ شکستم صد بار　　۳۶۸　　زیں توبہ کہ صد بار شکستم توبہ

دل جس سے بجز تیرے لگایا توبہ　　غافل تجھ سے۔ جس جگہ کہ بیٹھا توبہ

سو بار ترے حضور میں ہے۔ توبہ توڑی　　۳۶۸　　سو مرتبہ۔ میں نے توڑی۔ توبہ۔ توبہ

معمورۂ دل بعلم آراستہ بہ　　معمورۂ جاں ز کینہ پیراستہ بہ

از ہستیٔ خود ہر چہ تواں کاستہ بہ　　۳۶۹　　ہر چیز کہ زغیر تست ناخواستہ بہ

آراستہ ہو علم سے وہ دل اچھا　　باطن وہ ہے جسمیں نہ ہو کچھ بھی کینا

ہستی سے ہو جو چیز بھی کم ہے بہتر　　۳۶۹　　ہر شے کی طلب فضول ہے تیرے سوا

پاکی و منزہی و بے ہمتائی　　کس را نبود ملک بایں زیبائی

خلقاں ہمہ خفتہ اند خود آگاہی　　۳۷۰　　یارب تو درِ لطف بما بکشائی

بے مثل ہے پاک ہے منزا ہے تو　　ملک ایسا کسی کا نہیں یکتا ہے تو

آگاہ ہے تو۔ خلق ہے ساری غافل　　۳۷۰　　کر مجھپہ کرم کہ میرا مولا ہے تو

اے خالقِ ذوالجلال اے بارِ خدائے　　تا چند روم در بدر و جائے بجائے

یا خانۂ اُمید مرا در بر بند　　۳۷۱　　یا قفلِ مہمات مرا در بکشائے

اے خالقِ ذوالجلال اے بارِ خدا　　پھرتا رہوں در بدر۔ کہاں تک مولا

یا دل سے مرے مٹا امید وں کو مری　　۳۷۱　　یا میری مہمات۔ جلد پوری فرما

یا سرکشئ عدو را سرکوبے یا خار و خسے زمانہ را جاروبے
بگرفت دلم ازیں خسیساں یارب ۳۷۲ حشرے نشرے قیامتے آشوبے

ایسا کوئی ہو کہ سر عدو کا کچلے یا پاک جہاں کا خس و خاشاک کرے
دل تنگ ہوا ہوں ان کمینوں سے خدا ۳۷۲ ہو حشر بپا بس اب قیامت آئے

درکوئے خودم مسکن و ماوائے دادی در بزم وصال خود مرا جا دادی
القصہ بصد کرشمہ و ناز مرا ۳۷۳ عاشق کردی و سر بصحرا دادی

کوچے میں مجھے اپنے بلایا تو نے اور بزم وصال میں بٹھایا تو نے
القصہ بصد کرشمہ و ناز و ادا ۳۷۳ عاشق کیا صحرا میں پھرایا تو نے

اے شاہ ولایت و دعا لم مددے بر عجز و پریشانی حالم مددے
اے شیر خدا زود بفریاد رس ۳۷۴ جز حضرت تو پیش کہ نالم مددے

اے شاہ ولایت و دو عالم مددے عاجز ہوں نہایت مجھے ہے غم مددے
اے شیر خدا جلد خبر لیجئے مری ۳۷۴ حضرت کے سوا کون ہے ہمدم مددے

یا گردش روزگار را زنجیرے یا سرکشئ زمانہ را تدبیرے
ایں زاغ وشاں بسے پرید ند بلند ۳۷۵ سنگے چوبے گرزے تفنگے تیرے

یا گردش روزگار میں ہو زنجیر یا سرکشئ زمانہ کی ہو تدبیر
اڑنے لگے اب زیادہ یہ زاغ صفت ۳۷۵ گو پھن ہو۔ کہ بندوق ہو۔ یا ہو کوئی تیر

نازار دلے راکہ تو جانش باشی معشوقہ پیدا و نہانش باشی
زاں می ترسم کہ از دل آزاریِ تو ۳۷۶ دل خوں شود و تو درمیانش باشی

جس دل کی ہے تو جان اُسے ہرگز نہ ستا معشوق ہے تو ظاہر و باطن دل کا
تو دل کو ستاتا ہے تو ڈرتا ہوں میں ۳۷۶ دل خون ہو۔ تو دل میں ہو لے ماو لقا

اے شیرِ خدا امیر حیدر فتحے وے قلعہ کشائے باب خیبر فتحے
در ہائے اُمید بر رخم بستہ شدہ ۳۷۷ اے صاحب ذوالفقار و قنبر فتحے

اے شیرِ خدا، امیر حیدر مدد دے اے قلعہ کشائے باب خیبر مدد دے
در ہائے امید بند اب مجھ پہ ہوئے ۳۷۷ اے صاحب ذوالفقار و قنبر مدد دے

اے آنکہ تو دردِ دردمنداں دانی درمان و علاجِ مستمنداں دانی
حالِ دلِ خویش را چہ گویم با تو ۳۷۸ ناگفتہ تو صد ہزار چنداں دانی

معلوم ہے دردِ دردمنداں تجکو آتی ہے دوائے مستمنداں تجکو
کیا حالِ دل اپنا کہوں۔ بے میرے کہے ۳۷۸ معلوم ہے خود ہزار چنداں تجکو

آنی کہ تو حالِ خستہ حالاں دانی احوالِ دل شکستہ بالاں دانی
در خوانمت از سینۂ سوزاں شنوی ۳۷۹ ور دم نزنم زبان لالاں دانی

ہے تجھ پہ عیاں خستہ دلوں کا احوال معلوم ہے دل شکستہ مخلوق کا حال
میں دل سے پکاروں تجھے تو جب بھی سنے ۳۷۹ گر چپ رہوں۔ گونگوں کا بھی ہے تجکو خیال

گر در یمنی چو با منی پیش منی
گر پیش منی چو بے منی در یمنی
من با تو چنانم اے نگار یمنی ۳۸۰
خود در غلطم کہ من توام یا تو منی

دل میں ہے تو ہے یمن میں تو پیش نظر
ہے پیش نظر یمن میں دو دل سے ہو اگر
یوں ساتھ ہوں میں تیرے نگار یمنی ۳۸۰
اپنے پہ ترا ہوتا ہے دھوکا اکثر

یارب در خلق تکیہ گاہم نہ کنی
محتاج گدا و بادشاہم نہ کنی
موئے سیہ ام سفید کردی بکرم ۳۸۱
با موئے سفید رو سیاہم نہ کنی

یارب نہ رہوں خلق کا میں دست نگر
سلطان و گدا کا مجکو محتاج نہ کر
جب تو نے کئے موئے سیہ میرے سفید ۳۸۱
ہو جاؤں نہ رو سیاہ اسکا ہے خطر

حقا کہ اگر چو مرغ پر داشتمے
روزے ز تو صد بار خبر داشتمے
ایں واقعہ ام اگر نبودے در پیش ۳۸۲
کے دیدہ ز دیدار تو بر داشتمے

پر ہوتے اگر میرے تو پھر میں بخدا
ہر روز خبر کو تری اُڑ کر جاتا
یہ امر اگر ہوتا نہ مجکو مانع ۳۸۲
ہر وقت تجھے دیکھتا اے ماہ لقا

دردے داریم و سینہ بریانے
عشقے چہ عشق. عشق عالم سوزے
عشقے داریم و دیدۂ گریانے ۳۸۳
دردے چہ درد۔ دردبے درمانے

دل میں ہے اگر درد تو سینہ بریاں
رہتا ہوں غم عشق سے ہر دم نالاں
ہے عشق بھی وہ عشق جو عالم کو جلائے ۳۸۳
ہے درد بھی وہ جسکا نہ کوئی درماں

گر شہرہ شوی بشہر شر الناسی ورخانہ نشینی ہمگی وسواسی
بہ زاں نبود کہ ہمچو خضر والیاس ۳۸۴ کس نشناسد ترا تو کس نشناسی

تو سب سے بُرا اگر ہو تیری شہرت وسواس کی ہے خانہ نشینی علت
دیکھے نہ تجھے کوئی خضر و الیاس کی طرح ۳۸۴ ہر ایک کو تو دیکھے۔ ہو ایسی عزلت

دُنیائے دنیّ پُر ہوس راچہ کنی آلودۂ ہر ناکس و کس راچہ کنی
آں یار طلب کن کہ ترا باشد ولبس ۳۸۵ معشوقۂ صد ہزار کس راچہ کنی

دُنیائے دنیّ پُر ہوس ہے بےکار آلودۂ ہر کس کو نہ دے دل زنہار
جو یار کہ ہو جائے ترا اُس کو چاہ ۳۸۵ معشوقۂ صد ہزار کب کسی کا ہو یار

خواہی چو خلیل کعبہ بنیاد کنی واں را بہ نماز و طاعت آباد کنی
روزے دو ہزار بندہ آزاد کنی ۳۸۶ بہ زاں نبود کہ خاطرے شاد کنی

گر کعبہ بنانا چاہے تو مثل خلیل اُس کعبہ میں ہو عبادت رب جلیل
ہر روز بکثرت کرے آزاد غلام ۳۸۶ دل کو خوش کر یہ سب سے بہتر ہے سبیل

اے در خم چوگان تو سرہا شدہ گوئے بیروں نہ ز فرمان تو دل یکسر موئے
ظاہر کہ بدست ماست آنرا شستم ۳۸۷ باطن کہ بدست تست آنرا تو بشوئے

سر گیند ہیں اکثر۔ خم چوگاں میں ترے ہیں تابع فرمان ترے دل ہیں جتنے
ظاہر یہ تھا اختیار ہم کو۔ کیا پاک ۳۸۷ باطن کو سنوار تو۔ یہ ہوگا تجھ سے

غم جملہ نصیب چرخ خم بایستے — یا با غم من صبر بہم بایستے
۳۸۸
یا مایۂ غم چو عمر کم بایستے — یا عمر باندازۂ غم بایستے

یا ہوتا نصیب چرخ غم تھا جتنا — یا صبر دیا ہوتا جو غم ہم کو دیا
۳۸۸
یا عمر کی مانند غم بھی تھوڑا ہوتا — یا عمر باندازۂ غم ہوتی مولا

اے خالق ذوالجلال ہر جانورے — وے رہبر و رہنمائے ہر بیخبرے
۳۸۹
بستم کمر امید بر درگہ تو — بکشائے درے کہ من ندارم خبرے

اے خالق ذوالجلال ہر ذی ہستی — ہے بے خبروں کی رہنما ذات تری
۳۸۹
درگہ میں تری آیا ہوں لے کر امید — کر فضل سے پوری مری امید دلی

اے دل اگر آں عارض دلجو بینی — ذرّات جہاں را ہمہ نیکو بینی
۳۹۰
در آئینہ کم نگر کہ خود بیں نشوی — خود آئینہ شو تا ہمگی او بینی

وہ عارض دلجو اگر اے دل دیکھے — اچھے نظر آئیں اس جہاں کے ذرّے
۳۹۰
دیکھ آئینہ کم کہ تو نہ خود بیں ہوجائے — خود آئینہ بنکے دیکھ اُس کے جلوے

تا ترک علایق و عوایق نکنی — یک سجدۂ شائستہ لایق نکنی
۳۹۱
حقا کہ ز دام لات و عزّیٰ نرہی — تا ترک خود و جملہ خلایق نکنی

جب تک نہ کریگا ترک تو تعلق سارے — ہوگا نہ ادا سجدۂ لائق تجھ سے
۳۹۱
چھوٹے گا نہ تو شرک سے ہرگز واللہ — جبتک کہ نہ تو خلق و خودی کو چھوڑے

من کیستم از قیدِ دو عالم فردے عنقا منشے بلند ہمت مردے
دیوانۂ خودے بیاباں گردے ۳۹۲ لبریز محبتے سراپا دردے

میں قیدِ دو عالم سے ہوں آزاد اک فرد عنقا صفت و بلند ہمت اک مرد
دیوانہ ہوں میں اپنا۔ بیابان نورد ۳۹۲ لبریز محبت سے سراپا ہوں درد

اے آنکہ بملکِ خویش پائندہ توئی وز دامنِ شب صبح نمایندہ توئی
کارِ من بیچارہ قوی بستہ شدہ ۳۹۳ بکشائے خدایا کہ کشایندہ توئی

عالم کا ہے تو مالک و پائندہ ہے تو ہو جائے جو شب صبح نمایندہ ہے تو
بیچارہ ہوں میں بند ہیں میرے سب کام ۳۹۳ سلجھا مرے کاموں کو کشایندہ ہے تو

اے از تو بباغ ہر گلے را رنگے ہر مرغ را ز شوقِ تو آہنگے
با کوہ ز اندوہِ تو رمزے گفتم ۳۹۴ برخاست صدائے نالہ از ہر سنگے

ہے باغ میں ہر پھول تجھی سے رنگیں تجھ سے ہی طیور نغمہ زن ہیں بہ یقیں
جب غم کا ترے بھید پہاڑوں سے کہا ۳۹۴ ہر سنگ سے پیدا ہوئی اک آہ حزیں

پیوستہ ترا دل ربودہ معذوری غم ہیچ نیاز مودہ معذوری
من بے تو ہزار شب بخوں در خفتم ۳۹۵ تو بے من شبے نبودہ معذوری

دل لینا ترا کام ہے معذور ہے تو کچھ غم ہے نہ آلام ہے معذور ہے تو
آغشتہ بخوں سویا ہوں اکثر شب کو ۳۹۵ مجھ سے تجھے ابرام ہے معذور ہے تو

از دردِ تو نیست چشم خالی ز نمی — هر جا که دلیست شد گرفتارِ غمی

بیماریِ تو باعثِ نابودنِ ماست — ای باعثِ عمرِ ما نباشد المی ۳۹۶

ہر آنکھ ترے غم میں ہے گریاں ہر دم — جو دل بھی ہے اُس کو ہے فقط تیرا غم

بیمار ترا ہونا ہے میرا مرنا — تو ہے مری جان تجکو نہ کچھ پہنچے الم ۳۹۶

از هستیٔ خویش تا پشیمان نشوی — سر حلقۂ عارفان و مستان نشوی

تا در نظرِ حق نه گردی کافر — در مذهبِ عاشقان مسلمان نشوی ۳۹۷

ہستی سے پشیمان نہ جب تک ہو گا — ممکن نہیں تو ہو سرِ گروہ عرفا

~~جب تک نظرِ حق میں نہ ہو گا کافر~~ — عشاق کے مذہب میں مسلماں کیسا ۳۹۷

در کوی تو می دهند جانی بجوی — جانی بجوی چه کاروانی بجوی

از وصلِ تو یک جو بجهان می ارزد — زین جنس که مائیم جهانی بجوی ۳۹۸

کوچے میں ترے جَو کے عوض دیتے ہیں جاں — اک جان ہے کیا، ہزار جانیں، جاناں

ہو وصل تو اک جو ہے جہاں کی قیمت — اک جَو ہے، ہماری جنس کا ہے جو جہاں ۳۹۸

گه شانه کشِ طرّهٔ لیلیٰ باشی — گه در سرِ مجنون همه سودا باشی

گه آئینهٔ جمالِ یوسف گردی — گه آتشِ خرمنِ زلیخا باشی ۳۹۹

تو شانہ کشِ طرّۂ لیلےٰ ہے کبھی — بنکر سرِ مجنوں میں بھی سودا ہے کبھی

آئینہ کبھی جمالِ یوسف کا ہے — تو آتشِ خرمنِ زلیخا ہے کبھی ۳۹۹

ای دل برِ دوست تحفہ جز جان نبری دردے چو دہند نام درمان نبری

۴۰۰

بے درد ز دردِ دوست نالان گشتی خاموش کہ عرض دردمندان نبری

تحفہ لے دل نہ بجز جان۔ کوئی یار کو دے درد لاحق ہو تو درمان کا کبھی نام نہ لے

۴۰۰

دوست کے درد کی بے درد کے فریاد نہ کر دردمندوں کا جو رتبہ ہے وہ تو کیا جانے

ای دیدہ مرا عاشق یارے کردی حیرانِ رُخِ لالہ عذارے کردی

۴۰۱

کارے کردی کہ ہیچ نتوان گفتن اللہ اللہ چہ خوب کارے کردی

اے آنکھ کیا یار کا عاشق تو نے حیراں رخِ گلرو کا کیا تو نے مجھے

۴۰۱

وہ کام کیا تو نے کہ اللہ اللہ اے آنکھ! میں سو جان سے قربان ترے

تا نگذری از جمع بفردے نرسی تا نگذری از خویش بفردے نرسی

۴۰۲

تا در رہِ دوست بے سر و پا نشوی بے درد بمانی و بدردے نرسی

چھوڑ دے جمع جو واحد ہے تجھے مدنظر طالب مرد اگر ہے تو خودی سے بھی گذر

۴۰۲

بے سر و پا رہِ جاناں میں ہوگا جب تک درد کے عشق سے بے درد رہیگا یکسر

عشقم دادی ز اہلِ مردم کردی از دانش و عقل و ہوش فردم کردی

۴۰۳

سجّادہ نشین با وقارے بودم میخوارہ و رند کوچہ گردم کردی

عاشق بنا کے درد بھی تو نے مجھے دیا عقل و خرد کا مجھ سے تعلق نہیں رہا

۴۰۳

میں شیخ باوقار تھا لیکن ہزار حیف اب رند و کوچہ گرد ہوں میخوار برملا

اے چرخ بسے لیل و نہار آوردی گہ فصل خزان و گہ بہار آوردی

مردانِ جہاں را ہمہ بُردی بزمیں ۴۰۴ نامرداں را بروئے کار آوردی

اے چرخ بہت آئے گئے لیل و نہار گہ فصل خزاں گذری تو پھر آتی بہار

مردوں کو کیا زیر زمیں تو نے دفن ۴۰۴ نامرد جو تھے اُن کو کیا بر سرِ کار

اے آنکہ بکنہت نرسد ادراکے کونین بہ پیش رحمت خاشاکے

از روئے کرم اگر ببخشی مارا ۴۰۵ بخشیدۂ از لطف تو مشتے خاکے

اے وہ کہ نہ تجھکو پائے ادراک آگئے تری رحمت کے دو عالم خاشاک

بخشیگا جو از راہ کرم تو مجھکو ۴۰۵ بخشش تری ہوگی۔ گویا اک مشت خاک

بے یاد سر آن دشت خون آشامی مُردند زحسرت و غم ناکامی

محنت زدگانِ وادیٔ شوق تُرا ۴۰۶ ہجراں کُشد و اجل کشد بدنامی

خونی صحرا ہے، ہجر گویا ایسا ناکام ہزاروں ہی کو جس نے مارا

محنت زدگانِ وادیٔ شوق اکثر ۴۰۶ فرقت میں مرے اجل نے بدنام کیا

دستے نہ کہ از نخل تو چینم ثمرے چشمے نہ کہ بر خویش بگریم قدرے

پائے نہ کہ در کوئے تو یابم گذرے ۴۰۷ روئے نہ کہ بر خاک بمالم سحرے

وہ ہاتھ کہاں جو تجھے آغوش میں لیں آنکھیں نہیں جو حال پہ میرے رو دیں

وہ پاؤں نہیں جائیں جو کوچے میں ترے ۴۰۷ در پر ترے سودہ ہو کہاں ایسی جبیں

اے بر سر ہر کس از خیال تو بسے　　بے یادِ تو بر نیاید از دل نفسے
مفروش مرا ببخش آزاد مکن　　۴۰۸　　من خواجہ یکے دارم و تو بندہ بسے

ہر شخص کے دل میں ہیں ترے جلوے بہے　　کرتے ہیں تجھے یاد ہر اک دم بندے
آزاد نہ کر نہ بخش تو مجکو نہ بیچ　　۴۰۸　　تو ہی مرا آقا ہے۔ بہت بندے ترے

اوّل ہمہ جامِ آشنائی دادی　　آخر بہ ستم زہرِ جدائی دادی
چوں کشتہ شدم بگفتی ایں کشتہ کیست　　۴۰۹　　داد از تو کہ دادِ بیوفائی دادی

خود مجکو پلایا جام آشنائی پہلے　　خود زہر جدائی سے کیا کشتہ مجھے
جب مرگیا میں۔ کہا۔ ہے کشتہ کس کا؟　　۴۰۹　　گویا دی آپ۔ دادِ بیوفائی تونے

اے کاش مرا بنفت آلانیدے　　آتش بزوندے و بجشانیدے
در چشمِ عزیز من نمک سانیدے　　۴۱۰　　وز دوست جدا شدن نفرمانیدے

روغنِ نفط ہی اے کاش چھڑک کر مجھپر　　آگ دیتے مجھے ہو جاتا بھسم میں جلکر
تھا یہ بہتر مری آنکھوں میں نمک بھر دیتے　　۴۱۰　　دوست سے میرے جدا مجکو نہ کرتے دمبھر

اے دل ز شرابِ جہل مستی تا کے　　وے نیست شوندہ لاف ہستی تا کے
گر غرقہ بحرِ غفلت و آز نہٖ　　۴۱۱　　تر دامنی و ہوا پرستی تا کے

اے دل یہ مے جہل سے مستی کب تک　　ہو جائیگا معدوم۔ لاف ہستی کب تک
گر غرق نہیں ہے بحرِ غفلت میں تو پھر　　۴۱۱　　تر دامنی و نفس پرستی کب تک

گر صید عدم شوی ز خود رستہ شوی — ور در صفتِ خویش روی بستہ شوی
می داں کہ وجودِ تو حجابِ رہِ تست ۴۱۲ — با خود منشیں کہ ہر زماں خستہ شوی

تو صید عدم ہو تو خودی سے چھوٹے — ہو صید خودی جو اپنا پابند رہے
ہاں۔ تیرا وجود ہے حجابِ رہِ حق ۴۱۲ — تو چھوڑ خودی اپنی کہ مقصد پائے

اے دل تا کے مصیبت افزا گردی — اے خوں شدہ درد پیما گردی
انداختیم دربدر و کوئے بکوئے ۴۱۳ — رسوا کردی مرا تو رسوا گردی

اے دل کبتک مصیبت افزا ہوگا — کبتک خوں ریز و درد پیما ہوگا
تو مجکو پھرا رہا ہے دردر افسوس ۴۱۳ — رسوا کیا مجکو خود بھی رسوا ہوگا

تا بتوانی بکش بجاں بارِ دلی — می کوش کہ تا شود ترا یارِ دلی
آزارِ دلی مجوے کہ ناگاہ کنی ۴۱۴ — کارِ دو جہاں در سرِ آزارِ دلی

جبتک بھی ہو تو جان پہ سہ دل کا بار — کر سعی کہ ہو صاحبِ دل تیرا یار
دل کو نہ ستا کبھی کہیں ایسا نہ ہو ۴۱۴ — پہنچے تجھے ناگاہ دو جہاں کا آزار

دنیا راہے بہشت منزل گاہے — ایں ہر دو بنزد اہل معنی کاہے
گر عاشق صادقی ز ہر دو بگذر ۴۱۵ — تا دوست ترا بخود نماید راہے

دنیا ہے راہ۔ خلد ہے منزل گاہ — یہ دونوں ہیں نزدِ اہل معنی پر کاہ
[illegible] ۴۱۵ — [illegible]ت دکھائے تجھے راہ

در مدرسہ گرچہ دانش اندوز شوی
وز گرمیٔ بحث مجلس افروز شوی

در مکتب عشق باہمہ دانائی
سرگشتہ چو طفلان نوآموز شوی ۱۱۶

تو مدرسہ میں ہو گرچہ دانش اندوز
اور گرمیٔ بحث میں ہو مجلس افروز

ہے مکتب عشق میں بایں دانائی
لڑکوں کی طرح گویا ہے تو نوآموز ۱۱۶

گفتم کہ کرائی تو بدیں زیبائی
گفتا خود را کہ من خودم یکتائی

ہم عشقم و ہم عاشق و ہم معشوقم
ہم آئینہ ہم جمال ہم بینائی

جب پوچھا ہے کون تو. بایں زیبائی
بولا۔ میں خود ہی ہوں بایں یکتائی

خود عشق ہوں. خود عاشق و خود ہی معشوق
خود آئینہ. خود جمال خود بینائی

تمت

ضروری اعلان

چونکہ رباعیات حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے اس منظوم ترجمہ کا حق اشاعت دوامی جناب مترجم صاحب سے میں نے حاصل کرلیا ہے اسلئے صاحبان مطابع وناشرین وتاجران کتب سے التماس ہے کہ وہ اس ترجمہ کو چھاپنے اور شائع کرنے کا قصد نہ فرمائیں اور نفع کے عوض نقصان نہ اٹھائیں۔ جس قدر جلدیں مطلوب ہوں ہم سے طلب فرمائیں۔

المعلن
قربان علی بسمل ایڈیٹر اردوئے معلیٰ مالک شاہجہانی پریس دہلی

رباعیات عمرخیام

معہ ترجمہ منظوم اردو تاج الکلام جس میں عمرخیام کی مفصل سوانح عمری بھی معہ بلاک فوٹو کے شامل ہے۔

سب سے پہلے عمرخیام کا فوٹو ہے۔ اس کے بعد اسی صفحوں پر عمرخیام کی زندگی کے حالات ہیں۔ پھر ایک سو بانوے صفحوں پر سات سو چونسٹھ حکیم عمرخیام کی فارسی رباعیاں اور ہر فارسی رباعی کے نیچے ملک الکلام قوی مرحوم کی اردو رباعیاں بطور ترجمہ کے درج ہیں۔ الغرض پونے تین سو صفحوں کا نادر مجموعہ معہ ہاف بونڈ جلد کے دو روپیہ چار آنے۔ مجلد پارچہ دو روپے آٹھ آنے ہیں۔

رباعیات سرمد مرحوم

معہ اردو ترجمہ جواہر منظوم باضافہ رقعات حضرت سرمدؒ۔ حضرت سرمد شہید کا اورنگزیب عالمگیر کے حکم سے قتل ہونیکا واقعہ کس نے نہ سنا ہوگا لیکن حضرت مولینا ابوالکلام آزاد نے جیسا موثر نقشہ اس کا کھینچا ہے وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ پوری سوانح سرمد مولینا آزاد کے قلم سے ہے اور اس کے ساتھ سرمد کی تمام رباعیاں بھی معہ ترجمہ منظوم موجود ہیں۔ رباعیات سرمد اسلامی تصوف اور عارفانہ جھلکوں کا ایسا نادر ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہیں کہ دنیا کی کوئی زبان ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ترجمہ میں بھی سرمد کا مستانہ رنگ جھلکتا ہے۔ قیمت بلاجلد ۱۲ر مجلد ہاف بونڈ ۱۴ر

قربان علی۔ دفتر اردوئے معلی شاہجہانی پریس دہلی